قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

۱۹۹۷ء

ماہنامہ

المرشد

لاہور

تصوف کیا نہیں؟

تصوف کے لیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے نہ قبروں پر سجدہ کرنے ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے۔ نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباع سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف و الہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔ (دلائل السلوک)

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

ماہنامہ

المرشد لاہور

سی۔ پی۔ ایل۔ نمبر ۳

جلد: ۱۸ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ بمطابق: جون ۱۹۹۷ء شمارہ: ۱۱

مدیر:۔ تاج رحیم ★ سرکولیشن مینجر:۔ رانا جاوید احمد

اس شمارے میں

		صفحہ نمبر
شیطان کے ایجنٹ	تاج رحیم	۱
معجزات وکرامات	مولانا محمد اکرم اعوان	۴
احتساب کے لئے اصل نکتہ اور ناقص سیاست کا ازالہ	〃	۱۲
پاکستان میں امن وامان کے سلسلے میں ایک گزارش	عبدالقیوم ۔ راولپنڈی	۱۹
محنت اور تنظیم	لال دین قریشی	۲۲
پاکستان کا غیر مسابقتی سماج	مولانا محمد اکرم اعوان	۲۶
حضرت جی ایک چمکتا سورج	اکبر علی ایم۔ اے	۳۰
سوال وجواب	مولانا محمد اکرم اعوان	۳۴
	〃	۳۸

ناشر:۔ پروفیسر حافظ عبدالرزاق

انتخاب جدید پریس لاہور
فون:۔ ۶۳۱۴۳۶۵

پتہ:۔ ماہنامہ المرشد۔ اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن لاہور: ۵۱۸-۲۶۷

ماہنامہ المرشد کے

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجددِ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیرِ اعلیٰ

نشر و اشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے (عربی) ایم اے (اسلامیات)

ناظرِ اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم

بدل اشتراک

فی پرچہ ۱۵ روپے

	سالانہ	تاحیات
پاکستان	۱۶۵ روپے	۲۵۰۰ روپے
غیر ملکی		
سری لنکا بھارت بنگلہ دیش	۴۰۰ روپے	۴۰۰۰ روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	۹۰ سعودی ریال	۷۰۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپ	۲۵ سٹرلنگ پونڈ	۱۳۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ	۱۴۵ امریکن ڈالر	۱۳۰۰ امریکن ڈالر
کینیڈا	۱۵۰ امریکن ڈالر	۱۳۵۰ امریکن ڈالر

محرم اور دہشت گردی

محرم کے ایام میں بدامنی پھیلا شرپسندوں کا محبوب مشغلہ رہا ہے۔ لیکن مذہبی رہنماؤں اور سرکاری انتظامیہ کی بروقت مداخلت سے بدامنی پر قابو پالیا جاتا ہے۔ مگر اب یہ معاملہ مذہبی رہنماؤں کے ہاتھ سے نکل چکا ہے اور حکومت بھی بے بس نظر آتی ہے کیونکہ اب معاملہ نہ مذہبی اختلاف کا ہے اور نہ شرپسندی تک محدود ہے۔ بلکہ اب یہ منظم دہشت گردی کے دور میں داخل ہو چکا ہے اور دہشت گردی کا یہ پراسرا Network ہمارے ملک میں ایک متوازی حکومت قائم کر چکا ہے۔ جن کے کارندے نہ صرف لاتعداد ہیں بلکہ نہایت تربیت یافتہ اور منظم بھی۔ جن کے مقابلے میں ہماری پولیس اور امن قائم کرنے والے دوسرے اداروں کے اہل کار بالکل اناڑی معلوم ہوتے ہیں۔

عوام بے بس ہیں۔ مذہبی رہنماؤں کی کانفرنسیں اور ضابطے ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں، حکمران اخباری بیان سے زیادہ کچھ کرنے کے قائل نہیں۔ تو خوف اور دہشت گردی کے اس سیلاب کو کون روکے گا؟

اہل تشیع کے روایتی رسومات کے جو مسلمان قائل نہیں وہ ان ایام میں اتنا تو کر سکتے ہیں کہ وہ ان رسومات کے تماشائی بننے سے گریز کریں اور محرم کے ان ایام میں اپنے گھروں میں رہنے کی کوشش کریں۔ ہو سکے تو اپنا وقت ذکر و اذکار اور عبادت میں گزاریں۔ تمام مسلمانوں کے لئے شہدائے کربلا قابل احترام ہستیاں ہیں۔ ان کے درجات کی بلندی اور ملک میں امن کے لئے دعاؤں میں اپنا وقت گزاریں۔ اللہ بڑا کارساز ہے جو کام سرانجام دینے میں حکومت ناکام ہے کیا پتہ وہ آپ کی دعاؤں سے ہو جائے۔

تاج رحیم

شیطان کے ایجنٹ

مولانا محمد اکرم اعوان

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شہر رمضان الذی انزل فیہ القران ھدی للناس و بینت من الھدی و الفرقان۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا خیرالقرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم۔ سب سے بہترین دور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا دور ہے پھر جو اس کے قریب ہے پھر جو اس کے قریب ہے یہ ترتیب زمانی حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے تین زمانوں تک تو فرمائی جنہیں قرون ثلاثہ کہا جاتا ہے کہ تین خیر کے زمانے لیکن اس کے بعد بھی یہ ترتیب اس طرح چلتی رہتی ہے ہر نیا طلوع ہونے والا دن جو ہے اس سے جانا والا دن بہتر ہوتا ہے کہ وہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے قریب ہوتا ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام اللہ کی رحمت تھے۔

و ما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب ہے اور عالمین میں ہر وہ شے سما جاتی ہے جو اللہ کے بغیر ہے ایک اللہ کی ذات کو چھوڑ کر باقی جو کچھ ہے اس عالم میں اس دنیا میں آخرت میں زمین میں آسمان میں کہیں جو کچھ اللہ کے سوا ہے وہ عالمین کے اندر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات رحمت ہے اللہ کی عالمین کے لئے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات کا احاطہ ممکن نہیں لیکن پھر بھی کچھ ایسی خصوصیات ہیں کہ جس طرح آپ ستاروں کو شمار نہیں کر سکتے لیکن پھر کچھ ستارے ان میں نمایاں ہوتے ہیں کہیں چاند ہوتا ہے اور انہیں سیاروں میں ستاروں میں سورج بھی ایک ستارہ اور سیارہ ہے تو حضور علیہ الصلوۃ و السلام کی گوناگوں برکات بے شمار نوازشات بے شمار کرم بے شمار عفو و درگزر بے شمار انعامات لیکن کوئی کوئی ایسا بھی ہے جو ان سب میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے مثلاً" ایک بات ایسی ہے جو صرف ایک ہے اس کی مثال نہیں اور وہ ہے نزول قرآن حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے طفیل اللہ کی مخلوق کو اللہ کا کلام اور اللہ کا قرآن نصیب ہوا اور وہ صرف ایک ہے اب کبھی زمین پر کسی فرد و بشر پر کوئی ایک لفظ وحی کا کبھی نازل نہیں ہو گا یعنی آپ کی برکات کے بحرِ بے کراں میں ایک مینارہ نور ہے نزول قرآن جس طرح سمندروں میں روشنی کے مینار بنائے جاتے ہیں تا جہازوں کی رہنمائی کے لئے اس طرح اس کائنات بسیط میں ایک مینارہ نور ہے ساری انسانیت کی رہنمائی کے لئے اس کی عظمت یہی بات کافی ہے کہ یہ اللہ کا ذاتی کلام ہے اس کے علاوہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کلام میں متکلم کا پر تو ہوتا ہے جمال ہوتا ہے جو شخص بات کر رہا ہے اس

کی ذات کا عکس ہوتا ہے اس کی بات میں تو جب اللہ کریم بات ارشاد فرماتے ہیں تو اس کا مطلب ہے جمال باری ہوتا ہے اس میں تجلیات باری اس میں ہوتی ہیں اور قرآن کے لئے صرف یہ کہہ دینا کافی ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ جب یہ کلام باری ٹھہرا تو مخلوق تک اسے پہنچانے کے لئے جس طرح زمانوں میں زمانہ بہترین ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا تمام زمانوں میں جو پہلے گزر گئے جو بعد میں گزریں گے سب زمانوں میں **افضل ترین** زمانہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح سال کے مہینوں میں افضل ترین مہینہ رمضان المبارک اس کی برکات کا صرف ایک پہلو دیکھ لیجئے کہ طلوع رمضان سے جیسے رمضان کا چاند طلوع ہوتا ہے شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں ابلیس سے لے کر اس کی ہر ہر اولاد تک اور شوال کا چاند طلوع ہونے تک ایک مہینہ تمام شیطان قید ہوتے ہیں اللہ اپنے بندوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیتا ہے اور بندوں میں فرشتوں جیسی صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ نہ کھانا نہ پینا نہ سونا ذکر کرتے رہنا تلاوت کرتے رہنا جھوٹ نہ بولنا زیادتی سے پرہیز کرنا گناہ سے بچنے کی کوشش کرنا اور دیکھا آپ نے مساجد بھر جاتی ہیں اوصاف ملکوتی کے لئے اسی لئے نبی معصوم ہوتے ہیں کہ جہاں خطا کا امکان ہو وہاں اللہ کے کلام کو سننے کی استعداد نہیں ہوتی اس لئے نبی معصوم ہوتے ہیں نبی سے خطا نہیں ہوتی تو رب کریم نے نزول قرآن کے لئے یہ مبارک مہینہ چنا اس مبارک زمانے میں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا اور اس میں فرمایا صرف شیطان قید نہیں ہوتے بہشت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ہر سحری کو پکارا جاتا ہے کہ ہے کوئی جو اللہ کی بخشش کا طالب ہو اٹھ جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اولہ رحمتہ و اوسطہ مغفرۃ و اخرہ عتق من النار او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔** کہ پہلے دس دن رحمت برستی ہے جس طرح گھٹائیں چھا چھا کر اُمڈ اُمڈ کر برستی ہیں اور سیلاب آتے ہیں اس طرح سے اللہ کی رحمت رمضان کے پہلے دس دنوں میں اُمڈ اُمڈ کر برستی ہے دوسری دہائی میں بخشش برستی ہے ہر مانگنے والے کو ہر چاہنے والے کو ہر طالب کو اس سے نوازا جاتا ہے اور آخری دس دنوں میں ہر طالب کو دوزخ سے رہا کر دیا جاتا ہے **اتق من النار** دوزخ سے آزاد کر دیا جاتا ہے اتنی برکات کا حامل کہ جس کے نوافل غیر رمضان کے فرائض جتنی برکات کے حامل ہیں اب اس میں رب کریم نے خصوصیت رکھی ایک رات کی۔ جسے لیلتہ القدر کہا گیا فرمایا۔

لیلتہ القدر خیر من الف شھر۔ اس مہینے میں ایک رات جسے لیلتہ القدر کہا جاتا ہے اور وہ ہزار مہینے سے درجات میں بڑھ کر ہے ہزار مہینے کے چوراسی پچاسی سال بنتے ہیں اور اس میں ایک رات کی عبادت مسلسل ایک صدی عبادت میں کھڑا رہنے سے بڑھ کر ہے اور فرمایا **خیر** اس سے بڑھ کر ہے یہ نہیں کہا کہ اس سے دوگنا ہے اس سے دس گنا ہے اس سے ہزار گنا ہے اس لئے کہ وہ بڑھوتری ہر شخص کے خلوص کی مقدار پر ہے کسی کی جس پہ کم ثواب مرتب ہوتا ہے ایک صدی سے اس کا بھی زیادہ ہے لیکن اب آگے کوئی عالم ہے کوئی ولی اللہ ہے کوئی مجاہد ہے کوئی غازی ہے کسی کے دل کا خلوص کتنا گہرا ہے اور وہ کتنی دفعہ اس سے بڑھتی ہے دس دفعہ بڑھتی ہے دس ہزار دفعہ اس سے بڑھ جاتی ہے اس کی کوئی حد نہیں ہے۔ **لیلتہ القدر خیر من الف شھر۔** ایک صدی سے بڑھ کر ہے اس رات کو چنا گیا نزول قرآن کے لئے یہ اندازہ کریں **عظمت قرآن** کو بھی دیکھیں کہ بندوں تک پہنچانے کے لئے نبی منتخب ہوا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ چنا گیا سب سے بہترین مہینہ چنا گیا سال کا بہترین مہینہ اور اس کی رات چنی گئی جو اس مہینے میں بھی سب سے بہترین رات رمضان کی ہے اور یہ انعام اللہ کا بندوں تک پہنچا۔

اب بندوں کے پاس ہے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جو اپنے رب سے باتیں کرنا چاہے **فلیقراء القرآن۔** وہ قرآن پڑھا کرے یہ بھی سمجھ لیجئے ہم قرآن اس طرح پڑھتے ہیں جس طرح کسی بیگانے بندے کی چھٹی پڑھی جاتی ہے اور اس کو سنائی جاتی ہے کوئی انپڑھ بندہ لئے پھرتا ہو تو ہمیں کہے جی یہ پڑھ دیں ہم پڑھ کر سنا دیں ہم قرآن اس طرح پڑھتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے ہے لوگوں کے لئے ہے خود ایک طرف ہو جاتے ہیں ہر پڑھنے والے کو چاہئے قرآن اس طرح پڑھے کہ یہ اللہ کی طرف سے میرے لئے ہے اور وہ یہ سمجھنے کی کوشش کرے کہ مجھ سے کیا کہنا چاہتا ہے قرآن اللہ کیا فرماتا ہے رب کریم اگر مجھ سے بات کر رہا ہے تو کیا حکم دے رہا ہے کس سے روک رہا ہے کیا کرنے کا کہہ رہا ہے میری خیریت پوچھی ہے یا میری بہتری چاہی ہے یا مجھے سزا دی ہے کیا بات رب کریم مجھ سے کرنا چاہ رہا ہے قرآن پڑھنے کا اسلوب یہ ہے کہ اپنے رب سے بات کرو۔ اتنی بڑی عظمت ایک مسلمان کی کہ ہر ہر بندے سے رب العلمین باتیں کرے جس سے کوئی گلی میں بات نہ کرے محلے میں نہ کرے جس کی بات کوئی گھر میں بھی نہ سنے جسے کوئی چھوٹا بڑا کوئی اہمیت دینے کو تیار نہ ہو رب العلمین اس سے باتیں کرے اس لئے کہ اس نے پڑھ لیا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی بڑی نعمت ہے اب اس بات کو اہمیت نہ دینا خطا ہو جانا بشری کمزوری ہے ہم انسان ہیں ہم فرشتے نہیں بن سکتے ہم سے غلطی ہو سکتی ہے لیکن خطا کو خطا تو سمجھا جائے اور اس سے اجتناب کیا جائے اور توبہ کی جائے اور رجوع کیا جائے اللہ کی طرف اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم قرآن کو پڑھنا ہی چھوڑ دیں سمجھنا ہی چھوڑ دیں وہ کتاب جو کتاب حیات تھی اسے ہم صرف مرنے والوں کے لئے چھوڑ دیں کہ جو مر جائے اس پہ قرآن پڑھو یہ تو زندوں کے لئے نازل [illegible] کو بخشوا دے تو اس کی الگ برکت ہے بیمار کو صحت ہو جائے تو وہ الگ برکت ہے لیکن مردے بخشوانے کے لئے نازل نہیں ہوئی بیماروں کی شفا کے لئے نازل نہیں ہوئی نازل ہوئی ہے زندوں سے بات کرنے کے لئے اور کتنے بدنصیب ہیں ہم لوگ کہ ہم نے ساری زندگی دنیا کے کام سیکھے سمجھے اور یہ سیکھنے کی کوشش نہیں کی میرا رب اب مجھ سے کیا کہہ رہا ہے اس سے بڑی بدنصیبی کا کوئی تصور ہے وہ جو قرآن حکیم میں آتا ہے ناکہ **نسوا اللہ فانسھم انفسھم۔** انہوں نے میری باتیں بھلا دیں میں نے انہیں یاد کرنا چھوڑ دیا کہیں ایسا نہ ہو کہ فردہ قیامت اس کی بارگاہ میں پیش ہوں تو وہ کہے میاں جی میں بات کرنا چاہتا تھا تجھ سے تجھے سننے کی فرصت نہیں تھی آج تو کرنا چاہتا ہے آج میرے پاس فرصت نہیں ہے جا۔ آج میں تیری بات نہیں سننا چاہتا وہ تو اتنی بڑی گستاخی کہ زندگی بھر ہم یہ کوشش ہی نہ کریں یار ایتوں کا ترجمہ چار ایتوں کا ترجمہ سورۃ فاتحہ کا ہی سہی یاد نہیں ہوتا نہ ہو کسی کو سمجھ لے لکھنا پڑھنا نہیں آتا کسی عالم سے یہ تو کہہ دو کر مجھے سنا ہی دے ایک دو آیتوں کا ترجمہ کچھ تو آتا ہو کہ میرا رب مجھ سے کہنا کیا چاہتا ہے اور اگر زندگی بھر بندہ اس میں بتا دے کہ نہیں میرے پاس فرصت نہیں مجھے اس کی ضرورت ہی نہیں مجھے یہ آتا ہی نہیں تو کل وہ ذات بے نیاز اگر کہہ دے کہ میں آج تیری بات نہیں سننا چاہتا پھر کیا ہو گا۔ تو میرے بھائی قرآن حکیم کو سمجھنا اس نظر سے پڑھنا کہ میرے رب نے مجھ سے کچھ کہا ہے بہت ضروری ہے۔

پھر اس طرح کے خاص خاص واقعات اس طرح ہوتے ہیں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی پیش گوئیاں اگر جمع کی جائیں تو ان میں ایک قدرے مشترک نکلتی ہے اس آخری زمانے کے بارے میں کہ جب مسلمان رسوا ہو جائیں گے ذلیل ہو جائیں گے ان کی کوئی اہمیت نہیں رہے گی اور خود اسلام کو خطرہ ہو گا یہود اور نصاریٰ

کوشش کریں گے کہ اس میں آمیزش کریں کوئی اس کے احکام ماننے کو تیار نہیں ہوگا اس کے قوانین پہ کیچڑ اچھالا جائے گا اور اسکی توہین کی جائے گی تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اس سرزمین سے اس وقت چونکہ متحدہ برصغیر تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس سرزمین سے اس وقت چونکہ متحدہ برصغیر تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کر کے ہندوستان کی طرف فرمایا کہ اس سرزمین سے مجھے ٹھنڈی ہوا آتی ہے ایک دوسری حدیث میں پیش گوئی ہے کہ پھر یہاں سے مسلمانوں کو اللہ توفیق دے گا کہ غازیان اسلام پیدا ہوں گے اور وہ روئے زمین پر احیائے اسلام کا کام کر جائیں گے۔ اب یہ پیش گوئی تھی چودہ سو سال پہلے کی کتنی مزے کی بات ہے کہ پھر رمضان کا مہینہ آیا چودہ سو سال بعد ۱۹۴۷ء میں رمضان کا مہینہ آیا اس میں پھر لیلۃ القدر کی رات آئی اور اس رات کو اس وطن عزیز پاکستان کے بننے کا اعلان ہوا یار یہ حادثہ تو نہیں یہ اتفاق نہیں ہے دنیا میں اتفاق نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی حادثہ کبھی نہیں ہوتا ہر چیز مقدر ہے وہ کرنے والا ہے سمجھنے والے کو اس سبب نظر نہیں آتا تو ہم کہتے ہیں یہ اتفاق ہے اتنا بڑا اتفاق کہ دنیا میں پوری انسانی تاریخ میں ریاست مدینہ کے بعد پھر ایک ریاست بنے عقیدے کی بنیاد پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد پر باقی دنیا کی کوئی ریاست عقیدے کی بنیاد پر نہیں بنی چودہ سو سال میں نہیں بنی یہ تاریخ ہے بنی آدم کی پہلی ریاست مدینہ منورہ عقیدے اور ایمان کی بنیاد پر بنی اور دوسری ریاست رمضان المبارک میں لیلۃ القدر کو پاکستان وجود میں آیا عقیدے اور ایمان کی بنیاد پر۔ شیطان کا اپنا عمل تو جاری رہتا ہے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی شیطان نکما تو نہیں بیٹھا کرتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غلے پر ایک صحابی کو مقرر فرمایا رات کو کوئی بندہ انہوں نے دیکھا غلہ چرا رہا ہے انہوں نے پکڑ لیا اس نے کہا مجھ پر مہربانی کریں مجھے چھوڑ دیں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نہیں کریں آئندہ ایسا نہیں کروں گا انہوں نے کہا تم ہو کون اس نے کہا شیطان ہوں اور بدمعاش تجھے پتہ بھی ہے کہ میں ڈیوٹی پر ہوں اور میری چوکیداری ہے اور تم چوری کرتے ہو مجھ پر رحم کرو انہوں نے چھوڑ دیا کہ جا دفع ہو جا نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیطان تھا میں نے چھوڑ دیا وعدہ کر کے گیا پھر نہیں آوں گا فرمایا جھوٹ بولتا ہے رات پھر آیا تو انہوں نے پھر پکڑ لیا بڑا کھینچا تانا اور گھسیٹا یہ کیا وہ کیا کیسے عجیب لوگ تھے یار آج تو مسلمان بھاگا پھرتا ہے شیطان سے ان سے شیطان بھاگا پھرتا ہوتا تھا کتے کی طرح پکڑ کر اسے کھینچے پھرتے ہوتے تھے اس نے پھر بڑی منتیں کیں ان کا دل پھر پسیج گیا انہوں نے کہا اچھا اب کہ آیا تیری خبر لوں گا جا بھاگ جا چھوڑ دیا پھر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر آیا تھا پکڑا گیا اور اب وعدہ کر کے گیا ہے کہ نہیں آوں گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹ بولتا ہے وہ واقعی تیسری دفعہ پھر پکڑا گیا انہوں نے کہا اب نہیں چھوڑوں گا اب میں تجھے کھینچ کر لے جاؤں گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس نے کہا یار ایسا کرو میں تمہیں ایک نسخہ بتاتا ہوں اور بہت مجرب ہے جہاں تم آزماؤ تو میں اندر داخل نہیں ہو سکوں گا پر اس وعدے پر کہ تم مجھے چھوڑ دو گے انہوں نے کہا اچھا بتا اس نے کہا جب دروازہ بند کرنے لگو تو آیۃ الکرسی پڑھ کر بند کر دیا کرو اس کمرے میں اس گھر میں شیطان داخل نہیں ہو سکے گا تم دروازہ آیۃ الکرسی پڑھ کر بند کر دو میں اندر نہیں آسکوں گا انہوں نے چھوڑ دیا صبح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا تو جھوٹا لیکن اس دفعہ تجھ سے سچ بول گیا ہے تو اگر ان کے ساتھ کوشش کرتا رہتا تھا تو آج کل تو ماوشما کی حیثیت کیا ہے؟

ملک تو بن گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق لیکن شیطان نے بھی اپنے چیلے اس پر مسلط کر دیے شیطان نے اپنی نسل اپنی قوم اس پر مسلط کر دی یاد رکھیں شیطان دو طرح کے ہیں شیاطین الانس والجن۔ انسانوں میں بھی شیطان ہیں اور یہ قید نہیں ہوتے جنوں والے قید ہوتے ہیں ہماری یہ تاریخ ہے کہ وطن عزیز کی باگ ڈور ان بے ایمانوں کے ہاتھ میں آئی جو انگریز کے پالے ہوئے اور بنائے ہوئے جاگیردار تھے جو قوم اور وطن کے غدار تھے اور انگریز کی خدمت جن کا شعار تھا جنہیں میں انگریز کے کتے نہلانے والے کہا کرتا ہوں یہ انگریزوں کے کتے نہلانا فخر سمجھتے تھے اور قوم کو لوٹ کر تاج برطانیہ کو قائم رکھنے کے لئے محنت کرتے تھے ان جاگیرداروں کے ہاتھ میں آئی شیطان نے اپنے نمائندے ساتھ داخل کر دئے۔

انہوں نے محمد علی جناح کو وہ جیسے تھے ان کا حلیہ جیسا تھا لیکن کوئی خوبی اس بندے میں ہو گی کہ اللہ نے اس وطن عزیز کے وجود میں لانے کے لئے اسے سبب بنا دیا اور کوئی خوبی بھی نہ ہو تو اس ملک کے ساتھ خلوص ضرور ہو گا اس بندے کے دل میں کہ اس نے خود حاصل کیا تھا محنت کر کے انہیں انہوں نے فرصت نہ دی تنگ کیا پریشان کیا اور وہ الفاظ اگر دہرائے جائیں جو ان کے بارے میں کہا کرتے تھے تو بڑے عجیب ہیں آج لوگوں کو بڑے عجیب لگیں گے زیارت پریذیڈنسی میں بیمار تھے نواب زادہ لیاقت علی خان وزیر اعظم پاکستان شہید ملت جا کر ملاقات کرنے کے لئے گئے جب وہ اٹھ کر آئے کرنل الٰہی بخش کی یاداشتوں میں موجود ہے کہ قائد اعظم نے اپنی بہن سے کہا کہ دیکھا اس کو یہ مجھے دیکھنے آیا ہے کہ اس میں کتنی سانسیں باقی ہیں یہ اپنی عیش کوشی کی فکر میں ہے کہ اس کی آنکھ بند ہو اور ہم عیش کریں کرنل الٰہی بخش جو ڈاکٹر تھے پرسنل محمد علی جناح کے ان کی یاداشتیں پڑھئے۔ وہ کیوں بھائی انہیں کیا مصیبت تھی لیاقت علی خان صاحب کو کیا تھا پہلی بات تو یہ ہے کہ لیاقت علی خان بھی نواب زادے تھے اور نواب سارے انگریزوں نے بنائے تھے دوسری مصیبت یہ تھی کہ شیطان نے اپنا نمائندہ ان کے ساتھ لگا دیا بیگم رعنا لیاقت علی خان ہندو لڑکی تھی کالج میں ان کی دوستی ہوئی اور اس نے مسلمانوں جیسا نام رکھ لیا اور کراچی کی گورنر بھی رہیں اور ساری عمر اس قوم پر مسلط رہیں وہ دراصل شیطان کی نمائندہ تھیں اور ان یاداشتوں میں محمد علی جناح کے الفاظ موجود ہیں وہ اسے بھیچ (BITCH) کہا کرتے تھے کتیا۔ کسی کو پسند نہ آئے میرے بات تو اسے اختلاف کا حق ہے لیکن جو صداقت ہے اسے کوئی تو کہے۔ کسی کو پسند آئے نہ آئے یہ ہماری تاریخ ہے کسی کی زبان سے تو نکلے کہیں کسی صفحے پر تو لکھی جائے کبھی آنے والوں کے ہاتھ تو لگے کہ کسی نے تو سچ بولا تھا۔ لیاقت علی خان صاحب کے بعد خواجہ ناظم الدین آئے بڑے شریف تھے لیکن نواب زادہ خواجہ ناظم الدین نواب فیلی سے تھے ان کی کابینہ میں محمد علی جوگر صاحب نواب زادہ تھے محمد علی بوگرہ نواب آف بوگرہ کا بیٹا خود بھی سی آئی اے سے تنخواہ لیتا تھا اور اس کی بیوی یہودی تھی امریکن اور سی آئی اے کی ایجنٹ بھی تھی پھر دوسری حکومت آئی ملک غلام محمد صاحب گورنر جنرل بن گئے لاہور کے رہنے والے تھے بڑے بزرگوں کے معتقد تھے اور پیروں کے فوٹو اٹھائے پھرتے تھے بڑے قابل وزیر خزانہ رہے تھے اکاؤنٹ کے ماہر تھے انہوں نے ایک یہودن رکھی ہوئی تھی مس روسی بورل مرتے دم تک ان کے ساتھ بھی رہی اور مس بھی رہی انہوں نے شادی ہی نہیں کی بغیر شادی کے رکھی اور شیطانی ایجنٹ حکومت میں وہاں دیٹھا رہا جہاں سے سارے فیصلے ہوتے تھے اور ان کے تقدس کا عالم یہ تھا کہ بیس سال اس ملک پر کم و بیش بیس سال اقتدار میں رہنے کے بعد جب مرے کراچی میں تو مسلمانوں نے جلوس نکال دیے کہ اس بدمعاش کو

مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت نہیں دیں گے حکومت نے بدنامی کے ڈر سے لاہور میت نہیں بھیجی تھی کہ لاہور والے تو اور بھی سخت ہیں کراچی میں کوئی اسے قبرستان میں دفن کرنے نہیں دیتا تو لاہور میں اور بے عزتی ہو گی کراچی میں آج بھی عیسائیوں کے قبرستان میں دفن ہے اور عیسائیوں نے کہا کہ لمبی قبر کھودنے کے لئے جگہ کم ہے کھڑی قبر کی اجازت ہم دیتے ہیں آج بھی عیسائیوں کے قبرستان میں کھڑا ہے قیامت کے انتظار میں اس کے پردے میں اس ملک پر مس روس بورل حکومت کرتی رہی بڑے شریف آدمی تھے ملک فیروز خان نون لیکن وہ بھی وقار النساء نون لے آئے ان کے گھر میں بھی یہودیوں کی ایجنٹ تھی سرکاری بیوی یہودی عورت تھی اس کے بعد سکندر مرزا صاحب آ گئے جب وہ تشریف لائے تو ناہید مرزا ایران سے درآمد کر لی لو بھئی ایک نیا ہیرا قوم کو مل گیا ایک نیا موتی آ گیا۔

اور بڑے تعمیری کام بھی کئے لیکن شیطان نے بھی چال چلی وہ ذوالفقار علی بھٹو کو ہندوستان سے لے آئے وہ نصرت بھٹو کو ایران سے لے آئے بھٹو صاحب کی اہلیہ جو بھٹو خاندان سے تھی اس کا نام امیر بیگم ہے اور وہ ابھی زندہ ہے اسے کوئی نہیں جانتا یہ تحفہ شیطان کا تھا جو ایران سے درآمد کیا گیا اب شیطان کو فکر پڑ گئی ہے کہ یہ ایک ایک عورت نے پچاس پچاس تو گزارے آدھا پاکستان تو اس نے ذلیل کرایا رسوا کرایا تقسیم کرایا قوم کو اور اقوام عالم میں کھڑا ہونے کے قابل نہ چھوڑا لیکن یہ پھر دین کی طرف پلٹ رہے ہیں شاید ایک عورت سے کام نہ چلے اب کے دو آگئیں ایک عمران خان لے آئے ایک ذوالفقار علی بھٹو کا بیٹا دے گیا یہ اس مقدس زمین پر شیطان کے ایجنٹ ہیں کوئی یہ کہہ دے گا کہ بھائی انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور یہ مولوی ایسے ہیں کہ کسی کی مسلمانی بھی ماننے کو تیار نہیں بہت اچھی بات ہے اسلام قبول کر لیا تو ہمارے لئے وہ ہماری آبرو بن گئیں ہماری مائیں بہنیں بیٹیاں بن گئیں لیکن ایک قانون ہے جو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا تھا وہ بندہ جس نے دس سال میں چھبیس لاکھ مربع میل فتح کئے جن میں قیصر اور کسریٰ کی سلطنتیں تھیں اللہ کے بندے نے حکم دیا کہ کسی سرکاری حساس ادارے میں وہ شخص ملازمت تک نہیں کر سکتا جو تین پشت سے مسلمان نہ ہو اور اس زمانے میں مسلمانوں کی تھی ہی تیسری پشت نو مسلموں نے عرض کیا امیرالمومنین ہماری وفا پہ شک فرمایا۔ نہیں تمہاری وفا پر شک نہیں ہے لیکن کافر کسی دفتر میں گھسنے کے لئے منافقانہ کلمہ پڑھ کر آ سکتا ہے اس لئے کسی نو مسلم کو بھی اجازت نہیں دوں گا۔

تو اگر یہ واقعی مسلمان ہو کر آئی تھیں تو پاکستان کا شہری بن کر رہتیں ہماری آبرو بن کر رہتیں حکومت کا حق! وہ ملازم رکھنے کا حق نہیں دے رہے یہاں یہ حکمران بن کر بیٹھ گئے اور قانون ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا **علیکم بسنتی و بسنت خلفاء راشدین المھدین** میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت تم پر لازم ہے۔

یہ شیطانی عمل چلتا رہا اب پھر ایک تماشہ۔ اللہ بھی بڑا کارساز ہے بڑا بے نیاز ہے اس کے کام نرالے ہیں اب اس نے قوم کو ایک اور آزمائش میں ڈال دیا اب کے جو یہ موجودہ آپ کا الیکشن ہے یہ پھر لیلتہ القدر کو ہوا ہے نا مزے کی بات اس دن چھبیسویں رات ہو گی رمضان کی اور کسی بھی طاق رات کو لیلتہ القدر ہوتی ہے تو امکان ہے کہ پھر لیلتہ القدر ہو کمال کی بات یہ ہے کہ فیصلہ اس نے پھر آپ پر چھوڑ دیا اور آپ کو گھیر گھار کے پھر لیلتہ القدر میں لے آیا پتہ نہیں کوئی اور آپ کو بتائے گا یا نہیں کسی کی اس طرف نگاہ ہے بھی کہ نہیں کسی کو فرصت ہے بھی یا نہیں لیکن یہ میں آپ کو واضح طور پر بتا دوں کہ یہ پھر امتحان ہے اب دیکھتے ہیں اس

لیلۃ القدر کو آپ کسی نیم دروں نیم بیروں کو ووٹ دیتے ہیں آج مسلم لیگ کا نعرہ ہے ہم خلفائے راشدین کا نظام کہنا تو ایک معیاری نظام کی بات ہے تا جب لوگوں نے اس ڈھیلے ڈھالے کمزور نظام کو چلایا ان کا نام بھی اسلام رکھا مسلم لیگ نے جو منشور دیا ہے جو لکھ کر دیا ہے کہ ہم یہ یہ کام کریں گے اس میں اسلام کی گنجائش کوئی نہیں نام بھی نہیں ہے اس میں اسلام کا پیپلز پارٹی والے بھی کہتے ہیں بیگم صاحبہ بی بی صاحبہ بھی کہتی ہیں ہم غربت دور کریں گے ہم اسلام نافذ کریں گے ہم جب وہاں بیٹھے تھے اقتدار میں تو یہ فرماتے تھے اسلام کی سزائیں وحشیانہ ہیں اور وہ جو خلفائے راشدین کا نظام نافذ کرنے چلے ہیں وہ وہی کہ ان کے عہد حکومت میں میاں نواز شریف کے عہد حکومت میں عدالت شریعت کورٹ میں مقدمہ دائر کیا گیا کہ ملک کی ساری معیشت سود پر ہے اور سود مسلمانوں کے لئے حرام ہے کہ عدالت شریعت کورٹ جو ہے شرعی عدالت جو ہے وہ فیصلہ دے کہ یہ بنک سود پر بھی چلیں یا اسلامی طریقے سے چلیں شریعت بنچ نے دلائل سنے دونوں طرف سے حکومت نے وکیل کر کے مقدمہ لڑا میاں نواز شریف کی حکومت تھی وکیل کر کے مقدمہ لڑا لیکن فیصلہ سود کے خلاف ہوا اور عدالت نے حکم دیا کہ بنکوں کو سودی نظام سے ہٹا کر اسلامی نظام پہ قائم کیا جائے میاں صاحب اپیل لے گئے سپریم کورٹ میں اور شریعت کا سپریم اپیلنٹ بنچ جو تھا ان ججوں کو برخاست کر دیا گیا نہ بنچ ہو گا نہ کوئی اپیل سنے گا اور ابھی تک وہ اپیل پڑی ہے اس کا کوئی سننے والا ہی نہیں۔ جب اقتدار میں ہوتے ہو تو یہ کرتوت جب ووٹ چاہئیں تو اسلام یاد آ جاتا ہے۔

ایک موومنٹ ہم نے بنادی ہے تحریک تبدیلی نظام کہ بہت ہو چکی پچاس سال نصف صدی تین نسلیں مار کھا گئیں اب یہ انگریز کا اتارا ہوا چولا ہمارے گلے سے اتارا جائے اور ہمیں وہ کفن منظور ہے جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہو ہمیں اس ریشمی لباس کی بجائے وہ کفن زیادہ عزیز ہے یہ لوگ مسلمان ہیں اور انہیں اسلامی نظام دیا جائے۔ لیلۃ القدر ستائیس رمضان المبارک چودہ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان وجود میں آیا۔ مقصد لا الہ الا اللہ مگر ہوا کیا یہ میں پڑھ کر رہا ہوں ہوا کیا قتل و غارت ڈاکے خواتین کی سرعام بے حرمتی لوٹ مار خالی خزانے اور لوٹی ہوئی دولت باہر کے بنکوں میں منگائی ہی منگائی ٹیکسوں پر ٹیکس قوم بنگالی مہاجر سندھی، بلوچی، پنجابی اور پٹھان میں تقسیم اور پاکستانی مسلمان غائب نتیجہ پچیس سال بعد پھر وہی چہرے وہی انداز وہی ارادے اب کیا کریں اب تین فروری ۱۹۹۷ء پچیس رمضان المبارک کا پھر لیلۃ القدر ووٹ کا دن آپ کے ایمان کے امتحان کا دن مقصد کی طرف پلٹنے کا دن ہاں اگر آپ کے سامنے پھر ویسا ہی چہرہ ہے تو ووٹ کی پرچی کو سراپا احتجاج بنا کر بکس میں ڈال دیں تحریک تبدیلی نظام یہ اشتہار ہم نے لاہور میٹنگ میں جب فائنل کیا تو بہت سے بزرگ بھی تھے اس میں تو سب کی رائے یہ تھی کہ یہ بات کہی نہ جائے اگرچہ یہ سارا سچ ہے لیکن یہ کہی نہ جائے کہ لوگ ناراض ہوں گے نگران حکومت بھی ناراض ہو گی آنے والے حکمران بھی ناراض ہوں گے اور اس پر تو وہ بھی ناراض ہوں گے جو حکومت میں نہیں آسکیں گے۔ مگر ہم نے یہ اس لئے لکھ دیا کہ اس پر اللہ راضی ہو گا اللہ کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو گا جس کا جی چاہے وہ ناراض ہو لے حق کی بات ہے حقائق ہیں اور تاریخی حقائق ہیں میں مریض ہوں شوگر کا اور رمضان المبارک میں شوگر کے مریض تو روزہ رکھ نہیں پاتے روزہ بھی اللہ کا احسان ہے اور الحمدللہ رکھ لیتا ہوں اس کے ساتھ رمضان المبارک میں میں تفسیر لکھا کرتا تھا اس کی صرف ایک جلد باقی رہ گئی ہے اس دفعہ میں نے وہ بھی چھوڑ دی اور جگہ جگہ جلسے بھی کر رہا ہوں تقریریں بھی کر رہا ہوں روزے کے ساتھ کر رہا

ہوں سفر بھی کر رہا ہوں اور یہ بات چاہتا ہوں کہ ایک ایک مسلمان پاکستانی تک پہنچے۔ یہ کچھ اشتہار میرے پاس ہیں باہر سے جو ساتھی آئے ہیں دو دو چار چار لے جائیں آگے انہیں آپ فوٹو سٹیٹ کرائیں پرنٹ کرائیں بانٹیں ایک ایک ووٹر تک پہنچا دیں یار کچھ تو کریں کوئی آپ کی روزی بند نہیں کر سکتا کوئی آپ کا کچھ بگاڑ سنوار نہیں سکتا اللہ کے لئے اللہ کے دین کے لئے اپنے لئے اپنی عاقبت کے لئے اپنی آنے والی نسل کے لئے کچھ تو کرو اگر اس دفعہ بھی ہم نے حق بولنے کی جرات نہ کی تو یہ توہین ہو گی لیلتہ القدر کی توہین ہو گی رمضان المبارک کی اور کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ قادر مطلق ہمیں ہمیشہ کے لئے اپنے در سے دور کر دے اور کسی اور کو توفیق دے دے جو السلام کا انقلاب لے آئے **فسوف یات اللہ** 'بقوم **یحبہم و یحبونہ**۔ وہ قادر ہے ہمیں معدوم کر دے کسی اور کو بھیج دے جو اس کا نام بلند کرنے کے لئے آ جائے اس لئے ہمت کرو یہ اشتہارات جو ساتھی باہر سے آئے ہیں ان میں بانٹ دو پانچ دس دس کر کے دیکھ لو۔

اگر پیر فوت ہو جائے تو کیا دوسری جگہ بیعت جائز ہے؟

بیعت بجائے خود مقصد نہیں، بلکہ ایک مقصد کے لیے ایک ذریعہ، مقصد ہے اللہ کی رضا حاصل کرنا اور بیعت ذریعہ ہے تاکہ ایک کامل کی شاگردی اختیار کر کے یکسو ہو کر تعلیم حاصل کرتا رہے اور ترقی کرتا چلا جائے۔ اگر پیر کے فوت ہو جانے پر آدمی کوئی دوسرا اُستاد تلاش نہ کرے گا تو ظاہر ہے کہ اول تو اپنا نقصان کرے گا اور اس سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس کے پیش نظر رضائے الٰہی کا حصول نہیں بلکہ شخصیت پرستی کا شکار ہے۔ (دلائل السلوک)

صفحہ نمبر ۲۱ سے آگے

تبادلے کے لئے ہر میدان میں وسعت پیدا کرنا۔ کشمیر اور بھارت کے مسلمانوں کو وہاں کے مظالم سے نجات دلانا۔

۸۔ بیروزگاری ختم کرنے اور غریبوں کی کفالت کے لئے ادارہ کھولنا۔ کفالت کے طویل المیعاد اور مختصر المیعاد منصوبے بنانا۔

۸۔ موثر مخبر کے ذریعے باہمی اختلافات دور کرنا' اندرونی و بیرونی سازشوں اور جرائم کا انسداد کرنا۔ ڈاک اور آمد و رفت کے نظام میں تبدیلیاں لانا۔

حکومت' علماء' مشائخ' سیاسی اور مذہبی تنظیموں' تبلیغی اداروں اور پاکستانی عوام کا فرض ہے کہ ملک پاکستان کی نظریاتی تکمیل کے لئے مندرجہ ذیل بالا نکات' الیکشن کے انعقاد کے لئے اور ایک متفقہ منشور کے مقاصد (مینڈیٹ) کے طور پر ہمیشہ کے لئے اپنائیں اور اس تحریر میں جو طریقہ الیکشن کا بتایا گیا ہے اس کو اختیار کریں اور کروائیں۔ اگر موجودہ آئین اس میں رکاوٹ ہے تو رکاوٹ دور کروائی جائے۔ یہی وہ مقاصد ہیں جن کے لئے پاکستان معرض وجود میں آیا تھا۔ جو کوتاہی اس سے قبل ہوئی ہے اس کے لئے ہر پاکستانی خود اپنا محاسبہ کرے اور اللہ سے توبہ کر کے معافی مانگے۔

و ما علینا الا البلاغ

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی حاجی محمد فاروق (بھمبر) آزاد کشمیر کے والد محترم وفات پا گئے ہیں انکے لیے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

معجزات و کرامات

مولانا محمد اکرم اعوان

انسان ہمیشہ سے عجائبات کا طالب رہا ہے اور یہ انسانی مزاج ہے کہ یہ ہر اس چیز کی طرف بڑی تیزی سے لپکتا ہے جسے یہ سمجھ نہ سکتا ہو یا جسے یہ عجیب و غریب سمجھے۔ یہی کلیہ لوگوں نے انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کے معاملے میں بھی استعمال کیا ہے اور چاہا کہ نبی سے عجائبات کا ظہور ہو اگرچہ تمام انبیاءؑ کو معجزات عطا فرمائے جاتے ہیں اور اللہ کریم نے مزاج انسانی کا بھی بڑا لحاظ رکھا ہے کہ جس قوم میں جس دور میں جو نبی مبعوث ہوا اس قوم کا جو مزاج تھا یا وہاں جس علم کی یا جس کمال کی شہرت تھی اسی موضوع پر معجزات عطا فرمائے گئے یہ درست ہے کہ تمام انبیاء کو اللہ کریم نے معجزات عطا فرمائے اور معجزات کو ان کی نبوت کی ایک دلیل قرار دیا لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ اگر معجزہ صادر نہ ہو مطلقاً" کسی نبی سے معجزہ صادر نہ ہو تو معاذ اللہ اس کی نبوت پر یقین نہ کیا جائے۔

پھر نبی اظہار معجزات کے لئے مبعوث نہیں ہوتا بعثت نبوت کا مقصد جو ہوتا ہے وہ مخلوق کو اللہ کی طرف رہنمائی مہیا کرنا اور لوگوں کو بچھڑی ہوئی مخلوق کو واصل باللہ کرنا اور انہیں وصول الہی کے متعلق رہنمائی مہیا کرنا یہ ہوتا ہے نبی کی بعثت کا مقصد تو اس راہ میں جو معجزات صادر ہوتے ہیں وہ محض عطائے الہی ہوتی ہے

دوسری بات جو بات جو ہوتی ہے وہ یہ ہوتی ہے کہ نبی ظہور معجزات میں اپنی پسند یا اپنے اختیار سے عمل نہیں کرتا۔

معجزہ دراصل فعل باری ہوتا ہے اللہ کا کام ہوتا ہے جو نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے ظہور پذیر ہوتا ہے نبی مظہر ہوتا اس کام کا۔ کام کرنے والا اللہ کریم ہوتا ہے تو کفار نے اپنے مزاج یا اپنی عادت کے مطابق ایک یہ بھی اعتراض کیا کہ

ویقول الذین کفروا لولا انزل الیہ اٰیۃ من ربھم

کہ کوئی عجیب و غریب بات کوئی بہت بڑی نشانی کوئی بہت بڑی دلیل کیوں صادر نہیں ہو جاتی آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دست مبارک پر۔

یہاں ایک بات اور یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اکثر اوقات کفار کے مطالبے پر جو معجزہ انہوں نے طلب کیا بعینہ وہی چیز اللہ کریم نے اپنے نبی کو عطا فرما دی اور اس معجزے کا ظہور ہوا اور بڑی بڑی عجیب باتیں ملتی ہیں مثلاً" حضرت صالح علیہ السلام سے قوم نہ کہا ہم آپ کو تب نبی مانیں گے جب اس چٹان میں سے ایک اونٹنی نکلے یہ عجیب بے تکی بات ہے نا پتھر کا یا چٹان کا اونٹنی سے کیا تعلق ہے اور پھر جب وہ اونٹنی نکلے تو وہ بچے دینے والی ہو اور پھر وہ بچہ دے یعنی انہوں نے اپنی

دانست میں جو وہ مشکل ترین بات سوچ سکتے تھے وہ سوچی انہیں اس بات سے غرض نہیں تھی کہ اونٹ کے پیدا ہونے کا چٹان کے ساتھ کیا تعلق ہے یا پھر چٹان سے اونٹنی نکلے اور پھر وہ گابھن ہو کوئی عجیب سی بات ہے بے تکی سی۔ لیکن انہوں نے اپنی سوچ کے مطابق اپنی عقل کے مطابق مشکل ترین بات جو ہو سکتی تھی وہ پیش کر دی رب جلیل نے یہ معجزہ عطا فرما دیا ساری قوم اس چٹان کے سامنے کھڑی جب چٹان شق ہو گئی اور اس میں سے اونٹنی نکلی اور اونٹنی گابھن بھی تھی اس نے بچہ بھی دیا۔

انہوں نے دراصل نہ ماننے کے لئے معجزہ طلب کیا تھا ان کا منشایہ تھا کہ ایسی بات کا مطالبہ کرو جو ہو ہی نہیں سکے گی اور ہم نہیں مانیں گے لیکن ان کی امید کے خلاف وہ بات ہو گئی اور نہ ماننے کا ارادہ تو ان کا پہلے سے تھا انہوں نے نہ مانا۔

تو جب کسی قوم کے مطالبے پر کسی معجزے کا ظہور ہوتا ہے تو نہ ماننے والے تباہ ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ مشروط ہو جاتا ہے نا تو جب شرط واقع ہو تو اس کی جزا یقیناً واقع ہوتی ہے اب ان کا مشروط تھا ظہور۔ معجزہ کے ساتھ ایمان لانا اگر ایمان نہ لائے تو پھر فوری عذاب نازل ہو گیا تباہ ہو گئے تو حضور اکرمؐ پر بیشتر اوقات جب کفار نے مطالبہ کیا کسی معجزے کا تو اس کے جواب میں عموماً" ارشاد فرمایا گیا کہ تم سے پہلی قوموں نے اسی طرح کے مطالبات کیے تھے پھر وہ معجزات پورے ہوئے ظاہر ہوئے اور کیا وہ ایمان لے آئے۔

چونکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نبوت کے کمال کا آخری مقام تھے اور آپ کے بعد کسی نئے نبی کے معبوث ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا تو اللہ کریم نے آپ کے طفیل لوگوں کو غرق ہونے سے بچا لیا یعنی ایسے معجزات جن کا بعض اوقات کفار نے مطالبہ کیا ان کے مطالبہ کے بغیر سامنے آگیا۔ لیکن اس بات سے اللہ کریم نے جیسے ارشاد ہوتا ہے۔

ما كان الله ليعذبهم وانت فيهم اللہ کریم یہ پسند نہیں فرماتے کہ مشرکین مکہ پہ عذاب نازل کریں جب کہ آپ بھی مکہ مکرمہ میں ہیں اور انہی لوگوں کے درمیان تشریف رکھتے ہیں۔ خود اہل مکہ نے دعا کی تھی اس کے جواب میں ارشاد ہوا تھا۔ انہوں نے خود بیت اللہ کے پردے تھام کر (کیونکہ ان میں بیت اللہ کی عظمت کا اقرار ایک اظہار تو ان کے پاس تھا) دعا کی تھی کہ خدایا اگر یہ تیرا نبی برحق ہے ہم اسے مان نہیں رہے تو

امطر علينا حجارة من السماء ہم پر عذاب نازل کر ہم پر بھی پتھر برسا جس طرح پہلی قوموں پر برسے تھے **اوئتنا بعذاب عظيم** یا پھر ہم پر بہت بڑا عذاب نازل کر دے دردناک عذاب نازل کر دے جب ہم نہیں مان رہے اور اگر یہ نبی برحق ہے تو ہم پر عذاب نازل فرما تو ان کے اس جواب میں ارشاد ہوا تھا کہ اللہ کو یہ زیب نہیں کہ نبی رحمت بھی تشریف فرما ہوں تمہارے درمیان اور اللہ تم پر عذاب بھی نازل کرے۔

لیکن جب حضور ہجرت فرما گئے اور جب کفار پہ بدر بپا ہوا تو ان میں سے جو دعا مانگنے میں پیش پیش تھے نہ ان میں سے کوئی بچا اور نہ کوئی قابل ذکر آدمی بہادر یا اہل جنگ تھا اہل مکہ میں وہ کوئی بچا سب پر وہ عذاب نازل ہو گیا۔

تو اسی طرح سے بے شمار مواقع پر جب کفار نے مطالبہ کیا تو اللہ کریم نے قانون ارشاد فرما دیا اگرچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک ایک لفظ ارشاد فرما دینا معجزہ ہے کسی ایسی ہستی کا جو یتیم پیدا ہوا ہو غربت میں پلا بڑھا ہو کسی سکول کسی مدرسے کسی مکتب کا دروازہ نہ دیکھا ہو کسی سیاسی تحریک میں حصہ نہ لیا ہو کسی مجلس میں کھیل کود میں یا جنگ و جدل میں یا کسی محفل میں نہ

بیٹھا ہو کسی قصہ گو سے واقعات نہ سنے ہوں تنہا تنہا جس کی زندگی ہو جو بچپن سے لڑکپن سے جوانی تک سراپا نیکی سراپا حسن اخلاق اور سراپا تقدس ہو اور کبھی کسی معاملے میں کسی کے ساتھ مداخلت نہ فرمائی اور لوگوں سے کثرت سے بات تک کرنا پسند نہ کرتا ہو امی محض ہو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو اور یکایک وہ بات کرنا شروع کرے تو پھر دنیا کے ہر موضوع پر ارشاد فرماتا چلا جائے اور کمال یہ ہو کہ جو کچھ وہ فرما دے صدیوں کی تحقیق کے بعد کوئی انسان اسے غلط ثابت نہ کر سکے۔ تو کیا اس سے بھی بڑا کوئی معجزہ ہو سکتا ہے۔

طب ہو علم ابدان ہو تاریخ ہو گزشتہ واقعات ہوں آئندہ کی پیش گوئی ہو یا الٰہیات ہوں بندے اور خالق کے تعلقات ہوں انسان کی پیدائش سے قبل پیدائش کے بعد انسانوں کے ساتھ تعلقات یا سیاسیات یا امور سلطنت ہوں کسی بھی موضوع پر جو ارشاد فرما دے وہ حرف آخر ہو کیا اس سے بڑا بھی کوئی کمال ہو سکتا ہے اور پھر صدیاں بیت جائیں دنیا میں بڑے بڑے فاضل بڑے بڑے محقق پیدا ہوں لیکن سب سے اعلیٰ تحقیق وہی قرار پائے جو آپ کے کلمات برحق سے متفق ہو جائے جو متصادم ہو وہ ٹھکرا دی جائے کوئی بھی آپ کے کسی ارشاد کو کہیں سے غلط ثابت نہ کر سکے کتنی بڑی بات ہے۔ کتنا بدل گیا زمانہ کتنی نئی نئی ایجادات آ گئیں کتنے نئے نئے قواعد و ضوابط آ گئے کتنی نئی نئی چیزیں پیدا ہوئیں کتنے نئے نئے سوال پیدا ہوئے لیکن ان کلمات برحق کی وسعت کا اندازہ فرمایئے جس میں آج تک ساری انسانیت سارے سوالوں کے جواب پا رہی ہے اور ابدالا باد پاتی رہے گی۔ اس کے علاوہ جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات ہیں وہ شمار میں نہیں آتے آدمی گن نہیں سکتا۔

میں اور آپ تو وہ چند معجزات سنتے اور جانتے ہیں جو اکثر سیرت کی کتابوں میں تاریخ کی کتابوں میں حدیث کی کتابوں میں کثرت سے ذکر ہوتے ہیں یا وہ جن کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر صبح ہر شام ہر دن ہر رات ہر حرکت ہر سکون اپنے اندر ایک معجزہ رکھتی ہے اور ایسا کمال ہوتا تھا آپ کی ہر حرکت و ہر سکون میں ہر کلام و ہر سکوت میں کہ جس کے معجزہ ہونے کو سمجھنا بھی ہر انسان کے بس کی بات نہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتیں روز مرہ کی جو باتیں ہوتی تھیں۔ ان میں معجزات کا اظہار ہوتا تھا۔

ایک دفعہ حضور اکرمؐ کہیں جانے کو تیار تھے۔ غالباً" کسی غزوہ کی تیاری تھی غزوہ مجھے یاد نہیں آ رہا کون تھا۔ آپ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر اندر تشریف لے گئے اور حکم دیا کہ جلدی جانا ہے جلدی سے کھانا دیا جائے۔ ام المومنین حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چولھا جلانا شروع کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آٹا مجھے دے دو آٹا میں گوندھتا ہوں تم اتنے میں چولھا جلاؤ اور تیاری کرو تاکہ جلدی ہو جائے۔

خود حضور اکرمؐ نے آٹا گوندھنا شروع کر دیا اتنے میں چولھا گرم ہو گیا تو سیدہ عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس آٹے کی روٹی بنا کر توے پر ڈال دی۔ حضورؐ نے تیاری فرمائی لباس تبدیل فرمانا تھا یا تلوار لینی تھی یا زرہ لینی تھی تو آپ جب فارغ ہو گئے تو فرمایا عائشہ ابھی تک روٹی نہیں بنی یا رسول اللہ ویسے کی ویسے ہی رکھی ہے آگ بھی دھڑا دھڑا جل رہی ہے اور توا بھی گرم ہے لیکن روٹی کو خبر بھی نہیں۔ کچھ دیر بعد پھر پوچھا۔ یا رسول اللہ جس پہلو پر ڈالی تھی اس پر پڑی ہے آٹا ویسے کا ویسا ہے فرمایا عائشہ یہ کبھی نہیں پکے گی میں نے گوندھا اس پر آگ اثر نہیں کرے گی اور بنائیں۔

یعنی روز مرہ کے زندگی کے جو معمولات ہیں ان میں اتنی باتیں ملتی ہیں کہ جن کا تجزیہ عقل انسانی کسی طرح نہیں کر سکتی سوائے اس کے کہ اس کے پاس ایک

ہی جواب رہ جاتا ہے کہ یہ اللہ کی قدرت کا کام ہے۔ کوئی جواب بن نہیں سکتا۔ لیکن اس کے باوجود معجزہ نرا معجزہ آپ کی صداقت کی دلیل نہیں ہے یعنی ساری زندگی تمام عرصہ معجزہ بھی صادر نہ ہوتا تو نبوت محمد رسول اللہ برحق ہے۔ معجزہ جو ہوتا ہے وہ کمزور انسانوں کی ہدایت کس سبب ہوتا ہے نبی کی نبوت اس سے مشروط نہیں ہوتی کہ معجزہ ظاہر ہو تب نبی سچا ہے ورنہ سچا نہیں ہے۔

ہاں نبوت کا کمال اگر دیکھنا ہو تو یہ مدعا ہے **انما انت منذر ولکل قوم ھاد**۔ نبی کا کمال ہوتا ہے کہ انسانیت کو تباہی سے بچانے والا ہوتا ہے اور وہ افکار وہ نظریات یا وہ کام یا وہ اعمال جو انسانیت کو تباہی کی طرف لے جاتے ہیں ان سے انسانوں کو بچا کر سلامتی کے راستے پر لائے۔ یہ بات ضروری ہوتی ہے اگر کسی نبی پر کوئی ایک شخص بھی ایمان نہ لائے یہ قصور نبی کا نہیں ہوتا دنیا میں ایسے انبیاء بھی گزرے ہیں جن پر کسی ایک شخص نے ایمان نہیں لایا ایسے بھی جن کے ساتھ ایک دو چند آدمی ہوں گے میدان حشر میں لیکن دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ جو ایمان لایا نبی پر کیا وہ شخص سلامتی کی طرف گامزن ہو گیا اور برائی سے نیکی کی طرف تباہی سے آبادی کی طرف یا اللہ سے دوری سے اللہ کے قرب کی طرف روانہ ہو گیا اگر یہ بات ہے تو نبی برحق ہے اگر کوئی بھی کسی نبی کی اطاعت اختیار نہ کرے یا قبول نہ کرے تو نبی نبی ہوتا ہے ہاں اگر کچھ لوگ نبی کی اطاعت اختیار کریں اور اطاعت اختیار کرنے کے باوجود وہ نیکی کو نہ پا سکیں بھلائی کو نہ پا سکیں اچھائی کو نہ پا سکیں تو یہ بات نبوت کے منافی ہے پھر یہ سوچنا پڑ جائے گا کہ کیا یہ نبی برحق ہے یا نہیں۔ یہی بات علمائے حق اہل تشیع کے جواب میں کہتے ہیں کہ اگر تیس برس کے عرصہ میں ان لوگوں کی جو اعلان نبوت سے لے کر وصال تک حضور اکرمؐ کی خدمت میں رہے نزول قرآن کے گواہ قرآن کے حافظ و قاری اور قرآن کے مفسر اور قرآن کے عامل حضور کے سامنے رہے قرآن نازل ہوا انہوں نے عمل کیا حضور نے تصدیق فرمائی اس آیت کا یہی مقصد تھا اسی طرح اس پر عمل کرنا تھا اگر وہ فلاح کو نہیں پا سکے تو پھر قصور لوگوں کا نہیں پھر سوچنا پڑے گا کہ کیا نبی برحق تھے یا نہ تھے کیونکہ جب متبعین حق اطاعت ادا کر دیتے ہیں اتباع اختیار کرتے ہیں تو پھر نبی کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ اس کے متبعین جو ہیں وہ صلاحیت کو نیکی کو تقوی کو بھلائی کو پانے والے ہوں۔

تو صحابہ کی عظمت کا اقرار جو ہے یا صحابہ کے تقدس کا اقرار جو ہے یہ دراصل تصدیق ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی اور صحابہ پر بہتان تراشی دراصل تکذیب ہے نبوت محمد رسولؐ کی۔ رہ گئے معجزات تو وہ حضور سے اتنے صادر ہوئے کہ شمار نہیں ہو سکتے لیکن اس سب کے باوجود ظہور معجزہ شرط نبوت نہیں۔

اب یہی بات اولیاء اللہ پر یا اہل اللہ پر بعینہ صادر ہوتی ہے کہ ظہور کرامت کسی ولی کی ولایت کا لازمی شرط قرار نہیں دی جا سکتی کہ اگر اس سے کرامات کا ظہور ہو تو وہ ولی اللہ ہے اور اگر عجائبات کا ظہور نہ ہو تو وہ ولی اللہ نہیں ہے اگرچہ ہوتا یہ ہے کہ عموماً اہل اللہ سے عجیب عجیب خرق عادت باتیں ظاہر ہوتی ہیں عجیب و غریب جن کی توجیح سمجھ میں نہیں آتی۔ لیکن اس کے باوجود ظہور فرق عادات جو ہے یہ شرط ولایت نہیں ہے کسی ولی اللہ سے ساری زندگی کوئی کرامت ثابت نہ ہو تو اس کی ولایت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں ایک بات ہے کہ انؒ کے پاس بیٹھنے سے انسان کی اصلاح نہ ہو تو پھر اس کی ولایت مشکوک ہو جاتی ہے اور یہ ضروری نہیں ہوتا کہ اول و آخر جتنے لوگ ہیں ان کی اصلاح ہو جائے یہ ضروری نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ لوگوں میں صلاحتیں مختلف ہوتی ہیں ان کا مزاج مختلف ہوتا ہے اور لوگوں کے رب العالمین سے

تعلقات مختلف ہوتے ہیں بعض ایسے بد نصیب ہوتے ہیں کہ جیسا اللہ کریم فرماتا ہے کہ جب منافق آپ کی بارگاہ میں آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ فرماتا ہے کہ میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں لیکن یہ بات بھی پکی ہے کہ منافق جھوٹے ہیں یعنی یہ جو گواہی دے رہے ہیں یہ محض زبانی اقرار ہے ان کے دل میں آپ کی تصدیق موجود نہیں ہے۔ بات سچی ہے منافق جھوٹ بول رہے ہیں۔

اسی طرح اہل اللہ کے ساتھ جو لوگ محض دنیوی فوائد کے لئے جمع ہو جاتے ہیں ان کی اصلاح کی امید رکھنا فضول ہے چونکہ ان کا مقصد اصلاح نہیں۔ منافق کیوں منافق کہلاتے ہیں اس لئے کہ وہ اللہ کے لئے آخرت کے لئے حضور کی خدمت میں نہیں آتے بلکہ ان کا ایمان لانا حضور کی خدمت میں آنا دنیا کے لئے تھا دنیوی فوائد کے لئے تھا۔ اسی طرح اہل اللہ کے پاس بھی جب ہم دنیوی فوائد کے لئے جاتے ہیں تو یہ ضروری نہیں رہتا کہ ہماری اصلاح بھی ہو اور آپ دیکھ لیں ہمارا یہ قومی وطیرہ بن چکا ہے خصوصاً" اس ملک میں چونکہ یہاں ہندوؤں کے ساتھ میل جول کثرت سے رہا اور ہندوؤں کی رسومات جو ہیں وہ بڑی شدت سے در آئیں اب ہندو تو مسلمانوں کے اصول لینے سے رہے کافر کو بھلا سنت سے کیا کام اور اسے خدا کب نصیب کرتا ہے مسلمانوں کے پاس رواج تھا مسلمانوں کے پاس سنت خیر الانام تھی جو ہندوؤں کو نصیب نہیں تھی تو وہ تو کچھ نہ لے سکے اور مسلمان اپنی بد نصیبی کی وجہ سے ہندوؤں سے بہت سی رسومات لے آئے حتیٰ کہ ہندوؤں میں ایک قاعدہ ہے جب کوئی شخص مرتا ہے تو برہمن کی نگاہ اس کی دولت پر ہوتی ہے۔ اس کے گھر کے مال پر ہوتی ہے اگر اور کچھ نہ ہو تو وہ اس کے گھر سے بڑے بڑے کھانے پکوا کر لے جاتے ہیں ادھر اس کی لاش جل رہی ہوتی ہے ادھر برہمن دعوت اڑا رہے ہوتے ہیں عورتوں کو ستی کرنے کا رواج نکلا دینے کا رواج یہ بھی برہمن نے اس لئے رواج دیا تھا کہ جو بھی عورت ستی ہوتی تھی وہ سارے زیورات پہن کر جاتی تھی زیورات اتار کے برہمن لے جاتے تھے اور عورت کو آگ میں پھینک دیتے تھے۔

تو اگلے روز جب ہم راولپنڈی سے واپس آ رہے تھے تو راستے پر ایک گاؤں آتا ہے ان کا قبرستان شاید سڑک کے دوسری طرف ہو گا تو وہ جنازہ لے کر جا رہے تھے گاڑیاں رک گئیں وہ سڑک عبور کر رہے تھے تو شاید کسی جوان آدمی کا جنازہ ہو گا میں نے یہی اندازہ لگایا بے شمار عورتیں مرد شور شرابا تھا بے شمار لوگ کھڑے تھے کافی ہجوم تھا جنازے کے ساتھ۔ جو بات عجیب میں نے دیکھی وہ یہ تھی کہ کچھ بچوں نے کھانے پینے کی بڑی مزے دار چیزیں اٹھا رکھی تھیں جنازے کے اردگرد۔ ایک بہت بڑی ٹرے زردہ پکا ہوا تھا ایک بہت بڑی ٹرے ڈرائی فروٹ کی تھی ایک سر پر بہت بڑی ٹرے آموں کی اور فروٹ کی بھری ہوئی تھی کچھ وہ لکڑیاں وغیرہ چیر کر ان کی ڈلیاں بنا کر دو تین ٹرے وہ بھری ہوئی تھی گویا علماء وہاں قبر پر بیٹھ کر دعوت اڑائیں گے تو اس طرح وہ نجات پا جائے گا۔ اب اول سے آخر تک اسلام میں اس کا کہیں نشان نہیں ملتا۔ بلکہ مشرکین مکہ میں بھی یہ رواج نظر نہیں آتا یہ خالص ہندوؤں اور برہمنوں کی رسم ہے خالص ہندو وانہ عقیدہ اور خالص ہندو وانہ نظریہ اور خالص ہندوؤں کی رسم ہے۔ یہ محض ہندوستان میں ہے اور محض برہمن نے ایجاد کی اور کتنا شقی القلب ہوتا ہے وہ انسان جو کسی کے مرنے پر اس کی میت کے سامنے اس کے مال سے دعوت اڑائے کتنی شقاوت قلبی چاہئے اس کے لئے کتنا سیاہ دل چاہئے کتنا سخت دل چاہئے کہ چھوٹے چھوٹے یتیم بچے رو رہے ہوں عورتیں سر پیٹ رہی ہوں میت رکھی ہو اور اس میت کے مال

سے پیٹ کا دوزخ بھرا جا رہا ہو اور اس کے مال سے عیش کی جا رہی ہو۔

تو ایسے لوگوں کی اگر اصلاح نہ ہو تو اس میں کسی ولی اللہ کا قصور نہیں ہے اگر ایسے مزاج کے لوگ ساری عمر بھی کسی کامل کے در پر بیٹھے رہیں کوے کی طرح سیاہ ہی رہیں گے۔ جب تک وہ اپنے اس ارادے اس کرتوت سے باز نہیں آئیں گے۔ تو ایسے لوگوں کی اصلاح نہیں ہوتی یہ ضروری نہیں کہ آپ اول یا آخر جتنے لوگ کسی ولی اللہ کے پاس جائیں سب کی اصلاح ہو جائے لیکن یہ بھی ضروری نہیں کہ جتنے جائیں سب ہی خالی لوٹیں اگر سب ہی خالی لوٹیں گے تو پھر قصور اس کا ہوگا جس کا دعویٰ تو ولایت کا ہے لیکن وہ ولی اللہ نہیں ہے اور اگر سب ایک جیسے ہو جائیں اور اس میں کسی کا قدم نہ ڈگمگائے تو سمجھو وہ ولی اللہ نہیں ہے۔ کوئی شعبدہ باز ہے اس کے پاس کوئی مسمریزم ہے یا کوئی ایسی طاقت ہے جو انسانوں کو بے بس کر دیتی ہے اور انسان کے پاس اس کا اپنا اختیار نہیں رہتا اور جیسا وہ کہتا ہے ویسے ہی سب ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی ولایت کی دلیل نہیں ہے۔

ہاں یہ ولایت کی دلیل ہے کہ جو خلوص سے جائے وہ کھرا ہو کر لوٹے اور جو نفاق سے جائے وہ اور ذلیل ہو اور اس کا نفاق ظاہر ہو جائے اور اس کا پول کھل جائے۔

تو ظہور کرامات اہل اللہ سے اگرچہ کثرت سے ہوا اور عجیب عجیب انداز سے ہوتا ہے چونکہ یہ فعل باری ہوتا ہے اور اکثر اوقات خود صاحب کرامت کو پتہ بھی نہیں ہوتا لیکن ظہور کرامات ہوتا رہتا ہے۔ چونکہ اس کا اپنا فعل نہیں ہے وہ تو محض ایک سبب ہے فعل تو ذات باری کا ہے۔

اب سب سے پہلے ہمیں اپنی طلب کا جائزہ لینا ہو گا میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ ہمارے جو عقیدت مند کثرت سے ہیں مسلمانوں میں اہل اللہ کے یہ اہل اللہ کے پاس اصلاح کے لئے بہت کم جانے والے لوگ ہیں اور ننانوے فیصد نہیں بلکہ اس سے 99.9 لوگ ایسے ہیں جو محض دنیوی حاجات کے لئے کسی معروف بزرگ کے پاس جاتے ہیں یعنی ان کا جانا دین کے لئے سرے سے ہوتا ہی نہیں خواہ وہ داتا صاحب جائیں یا شہباز قلندر جائیں جہاں بھی جائیں گے ان کے جانے کا مقصد دین نہیں دنیا ہوتا تو دنیا طلبی کے لئے جو لوگ محمد رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ بھی منافق رہے۔ ولی اللہ کی کیا بساط ہے کہ آپ دنیا کی طلب لے کر جائیں اور وہاں سے نیکی لے کر لوٹیں پہلی بات تو یہ ہے کہ جب ہم جائیں گے ہی دنیوی کام کے لئے کوئی مقدمہ لے کر جاتا ہے کوئی اولاد لینے جاتا ہے کوئی تجارت چمکانے جاتا ہے اور یہی شرط ہوتی ہے ان کی اگر یہ کام ہو جائے تو یہ ولی برحق ہے اور اگر نہیں ہو گا تو پھر اس کی ولایت مشکوک ہو جائے گی۔ اب ہوتا یہ ہے کہ کام تو اپنے وقت پر ہو ہی جاتا ہے جو ولی کو نہیں مانتے ان کا بھی ہو جاتا ہے جو خود خدا کو نہیں مانتے ان کا بھی چلتا رہتا ہے۔ کافر اور بت پرست سمجھتا ہے اس بت نے میرا کام کر دیا اور مومن سمجھتا ہے اس صاحب قبر نے میرا کام کر دیا۔ حالانکہ اولیاء اللہ اس معاملے میں بہت غیور ہوتے ہیں۔

ہمارے یہاں ایک مولوی صاحب ہوا کرتے تھے قاضی عبد الرحیم انہیں کہتے تھے بہت نیک آدمی تھے اور غریب تھے ایک دفعہ اس علاقے میں بہت بڑا قحط پڑا لوگوں نے انسانوں نے درختوں کے پتے کھا کر گزارا کیا۔ انہوں نے ایک بھینس پالی ہوئی تھی وہ شیر خوار تھی دودھ تو اس زمانے میں کوئی بکتا نہیں تھا نہ کوئی خریدتا تھا البتہ گھی بکتا تھا جو گھر بنتا تھا دو میاں بیوی تھے تو گھی بک جاتا تھا ان کا اس پر گزارا ہو جاتا دو چار پانچ مہینے بعد بارشیں ہوئیں فصل ہو گئے کوئی آدمی ان کے پاس

بیٹھا تھا وہ درس پڑھایا کرتے تھے اور لیتے کسی سے کچھ نہیں تھے تو سخت مفلسی میں ان کا گزارا ہوتا تھا تو ایک آدمی ان کے پاس بیٹھا تھا تو اس نے کہا حضرت بڑا قحط تھا اور بڑی تنگی تھی تو آپ نے کیسے یہ وقت نکالا تو ان کی بیوی تھی سادہ عورت تھی بیچاری اس نے کہا پاس بیٹھی تھی کہ ہمیں تو اس بھینس نے بچا لیا۔ بس کچھ گھی بن جاتا تھا ہم بیچ دیتے تھے گزارا چل جاتا تھا۔ تو ظہر کے قریب وہ بھینس کو پانی پلانے لے جاتے تھے طالب علم ان کے چھوٹے چھوٹے۔ تو مولانا نے کہا کہ آج اسے میں خود لے جاوں گا تو وہ اسے تالاب پر لے گئے اور تالاب پر جا کر اسے پانی میں اندر ایسا دھکیل دیا کہ وہ گر گئی۔ مگر اب سوائے ذبح کے اور کوئی چارہ نہیں تھا کھینچ کھانچ کر باہر لائے ذبح کر دی۔ تو لوگوں نے کہا حضرت آپ نے اتنی اچھی بھینس یہ شیر خوار بھینس کو کیوں مار دیا کہنے لگے کہ یہ نیک بخت سمجھتی تھی کہ یہ ہماری رب ہے اور اس نے ہماری تنگی دور کر دی۔ اسے یہ توفیق نہیں ہوئی کہ کہتی کہ اللہ نے ہماری تنگی میں بھی خدا نے ہمیں رزق دیا ہمارا وقت گزر گیا یہ کہتی ہے اس بھینس نے ہمیں بچا لیا تو ہم بھینس کو اب رب تسلیم کر لیں۔ حالانکہ اس غریب عورت کا یہ مقصد نہیں تھا۔ ایک دیہاتی عورت تھی مراد اس کی بھی یہ تھی خدا نے اس بھینس کو ہمارا سبب بنا دیا وہ بھینس کو رب نہیں مانتی تھی۔ الفاظ ایسے تھے کہ اس نے کہہ دیا کہ بھینس نے ہمیں بچا لیا اس نیک بندے کی غیرت نے یہ گوارا ہی نہ کیا کہ کوئی اللہ کے سوا کسی اور کو بچانے والا کیوں مانے۔ فرمانے لگے اگر بھینس ہمیں بچا سکتی تھی تو اپنے آپ کو کیوں نہیں بچایا یہ تو خود کو بھی نہیں بچا سکی ہمیں کیا بچاتی ہمارے رب نے بچایا۔

کتنی غیرت ایمانی ہے ایک چھوٹے سے واقعہ میں۔ تو ولی کی ولایت کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ ہمارے دنیوی کام کرے اور اس کے طفیل ہوں اور اس سے عجائبات کا ظہور ہو تب اس کی ولایت برحق ہے۔

ہاں شرط یہ کہ اس سے لوگوں کو ہدایت نصیب ہو اور اللہ کی طرف اللہ کے قرب کی طرف اللہ کی رضا کی طلب کی طرف لوگوں کے قدم بڑھیں برائی گناہ سے نفرت پیدا ہو اور زندگی میں ایک نیک انقلاب آئے یہی کمال ہوتا ہے نبی کی نبوت کا اور یہی کمال ہوتا ہے ولی کی ولایت کا کہ جو اس کے پاس خلوص سے جائے وہ اس سے اللہ کا قرب اور اللہ کی رضا کی طلب لے کر لوٹے اور یہ سب سے بڑی کرامت ہوتی ہے کہ انسان کی سوچ بدل جائے انسان کا مزاج بدل جائے انسان کا ارادہ بدل جائے اور یہ بہت مشکل کام ہے کسی بھی شخص کی طلب کو بدلنا سب سے مشکل ترین کام یہ ہے اور پھر اچھائی سے برائی کی طرف لے جانا آسان ہے کیونکہ مزاج انسانی ہے اس میں شیطان بھی ہوتا ہے اور اس میں اپنا نفس بھی ہوتا ہے تیرا کوئی دعوت دینے والا بھی مل جائے جیسے تعمیر بہت مشکل ہے اور تخریب کے لئے کوئی وقت نہیں۔ تعمیر کے لئے کتنی محنت ہوتی تخریب کے لئے آپ ایک بارود چلا دیں ساری عمارت دھڑام سے نیچے آ جاتی ہے۔

اسی طرح مزاج انسانی کو تباہی کی طرف لے جانا مشکل نہیں لیکن تباہی سے عظمتوں کی طرف برائی سے بھلائی کی طرف اور ظلمت سے نور کی طرف لے جانا یہ نبی کا کام ہے یا پھر ولی اللہ کا اور ولی وہ ہوتا ہے۔ جو نبی کا وارث اور جانشین ہو اور اس کے ہاتھ سے نبی ہی کے کمالات ظاہر ہوتے ہوں اور ولی کی ولایت جو ہوتی ہے یہ نبی کی صداقت کی دلیل ہوتی ہے۔

بغیر اللہ اللہ کرائے کوئی اصلاح نظر ہی نہیں آتی۔ اصلاح ہو جائے تو لازمی درست ہو گئے کچھ خدا سے محبت ہو جاتی ہے۔ کچھ دین کے ساتھ محبت ہو جاتی ہے، سنت کے ساتھ کچھ محبت ہو جاتی ہے۔

حضرت مولانا اللہ یار خان رح

احتساب کے لئے اصل نکتہ اور ناقص سیاست کا ازالہ

عبدالقیوم خان

ہر مخلص پاکستانی پر یہ حقیقت **اظہر من الشمس** ہے کہ تکمیل پاکستان میں ابتداء سے اب تک مداہنت اور منافقت سے کام لیا گیا ہے اور یہ سوچ کر دکھ ہوتا ہے کہ شروع سے اقتصادی اور سیاسی پالیسیاں ایسی بنائی گئیں کہ ملک عزیز ہمیشہ کے لئے غیر ملکی ایجنسیوں کا معاشی طور پر دست نگر رہے یہ بات بدیہی طور پر سامنے آ گئی ہے کہ ملک ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کے اشاروں پر چل رہا ہے۔ سابقہ حکومت نے ان باتوں کو منظر عام پر لایا ورنہ اس سے پہلے عام حلقوں میں لوگ ان باتوں کو بہت کم جانتے تھے۔ ملک کو خود انحصاری کی طرف کسی بھی قیادت نے نہیں بڑھایا اور ہر آنے والا سال ملک کو بیرونی قرضوں کے تلے دھنساتا جا رہا ہے احسان اس قائد کا ہو گا جو ملک کو اس غلامی سے نکالے۔ تحریک پاکستان اور قرارداد پاکستان میں اس غلامی کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

۲۔ قرار داد پاکستان کا دوسرا اہم پہلو مسلمانوں کا قرآن و سنت کے مطابق آزادانہ زندگی گزارنا ہے اور قرآن و سنت کا قانون ہمارا اصل قانون ہے۔ اس کے مطابق بغیر علم کے کیسے ممکن ہے کہ زندگی گزاری جائے۔ لہذا شروع سے ضرورت اس بات کی تھی کہ سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں قرآن و سنت، حدیث، اسلامی قانون اور فقہ اسلامی کی تعلیم کا مکمل اجرا ہوتا۔ اس کے بغیر معاشرے میں تعمیر سیرت کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ عوام کو جہالت پر رکھ کر توقع کرنا کہ سب لوگ پاک اور باکردار ہو جائیں گے ایسا ہے کہ کھاد کی فیکٹری لگا کر کوئی یہ کہے کہ شہد اس کی پیداوار ہے اور اس سال نہیں ہوئی دس سال بعد ٹنوں شہد برآمد ہو گا۔ اسلامی تعلیمات ہی کے ذریعے کردار سازی ممکن ہے اور قلوب کے اندر اللہ کا خوف پیدا ہوتا ہے جو برائیوں کے سدباب کا ذریعہ بنتا ہے۔ آخرت کے **محاسبے** کا احساس ملک کے ہر باشندے کو اپنا محاسبہ روزانہ کرنے پر مجبور کرتا ہے اور توبہ، کفارہ اور اسلامی تعزیرات جس کی ضرورت بہت کم پڑتی ہے کہ ذریعے معاشرہ پاک صاف اور نورانی رہتا ہے۔ کوئی اللہ کا بندہ آگے بڑھے اور پاکستان کے تعلیمی اداروں میں اسلامی تعلیم جاری کروا دے ہر پاکستان کا فرض ہے کہ دل سے تہیہ کرے، ہاتھ سے اس کو ممکن بنائے اور زبان سے اس کی تائید کرے۔ جو ایسا نہ کرے گا اس کو جنت کی ہوا بھی نہ لگے گی۔

۳۔ پچاس سال میں کافی تعلیم و تجربہ مغربی تعلیم و تہذیب کا ہوا اور جمہوریت کے ذریعے پاکستان میں جو تجربہ ہوا اس کا نچوڑ یہ ہے کہ گدھ پیدا ہوتے ہیں جو غریبوں کو نوچتے ہیں اور ان کا خون پیتے ہیں۔ ایسے جدید ڈاکو

پیدا ہوتے ہیں جو جھاڑو پھیر کر ملک کا دیوالیہ کرتے ہیں اور سرمایہ بیرون ملک لے جاتے ہیں اور اخلاقی انحطاط اس تیزی سے ہوتا ہے کہ قلیل عرصے کے اندر پوری آبادی میں کوئی پاکباز نہیں رہتا اور اگر کوئی بیرونی مسلمان فوج بھی کرائے پر لائی جائے تو ملک کے اندر کے جرائم ختم نہیں ہوں گے۔ چور، ڈاکو، عالم، جاہل اور متقی کے ووٹ کی ایک ہی قیمت ہے۔ متقی کی تو زیست ہی تنگ کی جاتی ہے۔ اس بے لگام رائے دہی سے تو ہر دور میں چور ہی برسراقتدار آئیں گے تو حالات کو درست کرنے کا حل کوئی مسلمان دانشور بتائے کہ اسلام کے سوا کیا ہو سکتا ہے؟ اسلامی نظریات کے تحت ووٹ صرف اس مخلص شخص کا حق ہے جو قرآن و سنت کا تابع ہو، حدیث شریف میں ہے **الخائن لا یشار۔** (خائن سے ووٹ نہیں لیا جاتا) اسی طرح قرآن کریم میں دو جگہ ہے **ان اللہ لا یحب کل خوان اثیم** (اللہ کریم کسی خائن گنہگار کو بالکل پسند نہیں کرتا) **ان اللہ لا یحب کل خوان کفور** (بے شک اللہ تعالیٰ کسی خائن ناشکرے کو پسند نہیں کرتا) اور ووٹ کے حقدار ہونے کے لئے قرآن کریم میں یہ معیار رکھا گیا ہے۔

والسابقون الاولون من المھاجرین وا لانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم و رضوعنہ (مہاجرین و انصار میں سے اولین سبقت لے جانے والے اور جو ان کی پیروی بدرجہ احسان کرتے ہیں اور ان سب سے اللہ راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں) اس کے مقابلے میں جو بندہ اسلام پر راضی نہ ہو اور بے دینوں کے طریقے کی تعریف اور حفاظت کی فکر پر رہتا ہے اس کو ووٹ کا حق ایک اسلامی ملک میں کیونکر ملنا چاہئے۔ خصوصاً پاکستان میں جو اسلام ہی کے لئے معرض وجود میں آیا اور ایک نظریاتی ملک ہے موجودہ دور میں ایسے بھی لوگ ہیں جو خلفائے راشدین کو سب و شتم کا نشانہ بناتے ہیں حالانکہ مذکورہ بالا معیار میں مذکور مہاجرین و انصار کے چوٹی کے لوگ خلفائے راشدین ہیں ایسے لوگوں کو تو اسلام میں قطعاً" ووٹ کا حق حاصل نہیں۔ دشمنوں سے بے وقوف لوگ ہی اپنے امور وطن چلانے کا مشورہ لیتے ہیں دوسری جگہ اللہ کریم نے فرمایا ہے۔

انما ولیکم اللہ و رسولہ و الذین امنو الذین یقیمون الصلاۃ و یو تون الذکواۃ و ھم راکعون (تمہارے خیر خواہ اللہ تعالیٰ اللہ کا رسول اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں) ان ضروریات کے مطابق ووٹر کم از کم اسلامی نظام پر راضی ہو اور ضروریات دین کا علم رکھتا ہو۔ صادق اور امین اور وعدے کا پکا ہو۔ تفویض ووٹ کے اصول جانتا ہو۔ بحیثیت ووٹر ووٹ دینے کے لئے ووٹ کا یہ معیار ہے۔ اس کی کڑی نگرانی سرکاری اور عوامی لیول پر کی جائے۔

۴۔ عوامی اور سرکاری سطح پر ووٹر کا انتخاب (سلیکشن)

مذکورہ بالا معیاری ضروریات کے تحت ایک ایسے دیندار افراد پر مشتمل ادارے کا قیام ضروری ہے جو معاشرے میں چھان بین کر کے اہل افراد کو ووٹ دینے کا حق دے عموماً" اللہ تعالیٰ کے خوف و محبت سے سرشار مسلمان ووٹر اپنا ووٹ خود نہیں دیتا۔ بلکہ اس کی تفویض اپنے سے بہتر شخص کو کر دیتا ہے اور مسلمانوں کا کوئی گروہ بھی اتفاق سے اپنا ووٹ ایک ہی شخص کو تفویض کر دیتا ہے اس طرح رائے دہی کی کارروائی بہت مختصر ہو جاتی ہے اور اس پر اٹھنے والے اخراجات خودبخود ساقط ہو جاتے ہیں۔ عوام کے اندر تفویض کی تحریک چلائی جائے اور اس کی اہمیت کو سمجھانے کے لئے علماء کی ٹیمیں قریہ قریہ اور ہر شہر میں سرکاری طور پر بھیجی جائیں۔

۵۔ مجلس شوریٰ کے ارکان انتخاب اور اعمال کا تقرر

اسلام میں کوئی شخص اقتدار کے کسی عہدے کے لئے از خود مطالبہ نہیں کر سکتا بلکہ سرکردہ اکابرین اسلام یا

مسلمان اپنے اہل ترین افراد میں سے ہر ہر عہدے کے لئے آدمی نامزد یا مقرر کرتے ہیں۔ تقرری کا مستقل ادارہ بھی قائم کیا جا سکتا ہے اور اس عمل کے پیچھے بھی تفویض اور للہیت کا جذبہ کار فرما ہوتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ **انا لا نولی من حرص علیہ** (ہم اس شخص کو والی یا عامل مقرر نہیں کرتے جو خود سے اس کے لئے حرص کرے) مذکورہ بالا اخلاقی ادارہ ایسے حارصوں کی نامزدگی کی حوصلہ شکنی کے لئے ملکی لیول پر اور صوبائی لیول پر ایسی کارکردگی وضع کرے جس کے ذریعے شریعت کے مطابق نامزدگی ہو۔ ہر ایرا غیرا پیسے اور دولت کے زور سے نامزدگی کے میدان میں نہ کود سکے اور اسلام کا کوئی مخالف ارباب حل و عقد کے نظام میں داخل نہ ہو سکے۔

٦۔ الیکشن (انتخاب) کے لئے پارٹی لیول پر منشور یا مینڈیٹ)

اسلامی نظام میں رعایا حکومت سے ہر اس کام میں جس میں خالق (اللہ کریم) کی نافرمانی کا عنصر نہ ہو تعاون کرتی ہے اور فرمان بردار رہتی ہے۔ نفاذ اسلام کے ساتھ ہی رعایا کی مثال ایک گھر کے کنبے کے افراد کی ہو جاتی ہے اور ارباب اقتدار کی مثال کفیل کی یا ماں باپ کی ہے جو احکام اللہ کے ہیں اللہ کے نائبین کی حیثیت سے ان کی تکمیل کی نگرانی کرتے ہیں اور تعمیل ہر سطح پر کرائی جاتی ہے۔ کسی سے استثنائی سلوک نہیں کیا جاتا۔ رعایا کی کفالت اور ان کے مال جان کی حفاظت حکام کی ذمہ داری ہے۔ اسلام میں انتخابی مہم میں ہر وہ پارٹی مردود ہے جو روٹی' کپڑا' مکان' سکول' کالج' ہسپتال یا ترقیاتی سکیموں کے نعرے لگا کر اقتدار حاصل کرنا چاہتی ہے۔ چونکہ یہ چیزیں فراہم کرنا وسائل کے اندر رہتے ہوئے اسلام میں کفالت کے تحت آتے ہیں اور جو بھی جماعت برسراقتدار ہوگی فراہم کرے گی اور فلاحی کام بدرجہ احسن انجام پاتے ہیں اس بنیادی اصول کے تحت منشور اسلامی میں اسلام کی طرف دعوت اور اس کے فروغ کے لئے نکات پیش کئے جاتے ہیں۔ بناء برین نظریہ پاکستان اور اسلام کے تحت روٹی' کپڑا' مکان کا مینڈیٹ رکھنے والی پارٹی نااہل ہے کیونکہ اس مینڈیٹ سے آنے والی پارٹی بھی وسائل کی موجودگی ہی میں جزوی طور پر یہ چیزیں دے سکے گی ورنہ جھوٹی ثابت ہو گی بلکہ بے دینی کی وجہ سے الیکشن میں لگایا پیسہ باز آمد کرنے کے لئے اور بعد میں دوبارہ الیکشن میں جیت کے لئے سارے وسائل ہڑپ کرے گی۔ جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے احکام کے پیش نظر حکومت کے ترجیحی مقاصد اور سیاسی پارٹیوں کے مقاصد (مینڈیٹ) حسب ذیل ہیں۔ مسلمانوں کے لئے ان سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔

١۔ سکولوں' کالجوں اور یونیورسٹیوں میں قرآن و سنت' حدیث' فقہ اسلامی اور اسلامی قانون کی تعلیم سائنسی علوم کے ساتھ دینا اور لوگوں کو روحانی تربیت کرنا۔

٢۔ ملک میں اسلامی شریعت کا نفاذ کرنا اور عدالتی نظام کو شریعت میں تبدیل کرنا۔

٣۔ مقننہ اور انتظامیہ میں شرعی اقدار کے مطابق تبدیلی لانا۔

٤۔ ملکی مالیاتی نظام کو شرعی مالیاتی نظام کے مطابق بنانے کی تبدیلی عمل میں لانا۔ قرضوں اور سودی نظام سے چھٹکارا حاصل کرنا۔

٥۔ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق ملک کے دفاع کا انتظام کرنا اور اس مقصد کے لئے ہر قسم کی ٹیکنالوجی فراہم کرنا اور ضروری سامان و ہتھیار کا انتظام کرنا اور مقامی صنعت کو ترجیحی بنیاد پر معیاری اور خود کفیل بنانا۔ نوجوانوں کو دعوت و تبلیغ اسلام اور جہاد کی تربیت دینا۔

٦۔ عالم اسلام سے ہر شعبے میں رابطہ بڑھانا۔ رجال کار' ماہرین فنون و تعلیم و تدریس' علماء اور مزدوروں کے

بقیہ :۔ صفحہ نمبر ١١ پر

پاکستان میں امن و امان کے سلسلے میں ایک گذارش

لال دین قریشی

بیرون ملک اور اندرون ملک پاکستانیوں کے لئے یہ ایک نہایت خوش آئند اور حوصلہ افزا خبر ہے کہ وزیر اعظم میاں نواز شریف کی زیر صدارت وفاقی کابینہ کے دو روزہ اجلاس منعقدہ اسلام آباد میں ملک میں امن و امان قائم کرنے' جرائم کی بیخ کنی اور پورے ملک میں بڑھتی ہوئی لاقانونیت کی موثر روک تھام کے لئے ایک نیا قلیل المدتی منصوبہ مرتب کیا گیا ہے۔ بے شک عوام کی یہ دیرینہ خواہش تھی کہ پاکستان میں امن و امان کے قیام اور لاقانونیت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے سخت قوانین مرتب کر کے ان پر نہایت سختی سے عمل در آمد کرایا جائے۔ ماضی میں ہر حکومت نے ایسے منصوبے بنائے ہیں۔ ان پر عمل درآمد کا یقین بھی دلایا جاتا رہا ہے لیکن بد قسمتی یہ ہے کہ ان پر کبھی دیانتدارانہ عمل در آمد نہیں ہوا بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حالات ابتر سے ابتر ہوتے گئے ہیں۔ بہتری پیدا ہونے اور حوصلہ افزائی کے آثار آج بھی دور دور تک دکھائی نہیں دیتے کیونکہ ان قوانین پر عمل در آمد کروانے اور کرنے والے وہی پرانے لوگ ہیں جن کے نام بیورو کریسی میں بہت اونچے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو حکومت وقت کی پالیسیوں کو کامیابیوں یا ناکامیوں سے ہمکنار کرتے ہیں۔ پاکستان کے نئے وزیر اعظم اگر امن وامان قائم کرنے کے لئے کوئی قانون بنائیں تو اس پر سختی سے عمل کرائیں ورنہ قانون بنا بنا کر قوم کی جھولی میں ڈالتے جانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس طرح قانون جو پیدا ہو کر عوام میں گردش کرتا' ہے اس کی توہین ہوئی ہے اور اس کی عزت بھی نہیں رہتی۔ پاکستان نے پچاس سال کے بعد جو نئی زندگی شروع کی ہے اسے ایسے قوانین کی ضرورت ہے جو لوہے کی طرح سخت موت کی طرح اٹل اور پہاڑوں کی طرح بھاری ہوں۔ چھ ماہ ہوئے سویڈن کے دارلحکومت سٹاک ہالم کے ایک حصے میں جس کا نام رنکے بی RINKEBY ہے سردار اجمیر سنگھ اور ایل سنگھ دو بھائیوں نے لالوداس قارک کو بڑے چوک کے عین بیچ دن دہاڑے جوتوں اور گھونسوں سے بہت پیٹا' اس کی ناک میں سے خون بہنے لگا' اس کے بائیں ہاتھ کی دو انگلیاں بھی ٹوٹ گئیں۔ لوگ ادھر ادھر سے اکٹھے ہو گئے۔ میونسپل کمیٹی کی طرف سے متعین کردہ گارڈز بھی موقعہ پر پہنچ گئے۔ لالوداس بیچارہ درد اور چوٹوں کی وجہ سے کراہ رہا تھا۔ عورتیں ایک اکیلے انسان پر دو سکھوں کے بے تحاشا ظلم پر ہمدردی کے آنسو بہا رہی تھیں۔ گارڈز نے لالوداس کو سٹریچر پر ڈالا اور نزدیکی ہسپتال میں لے گئے۔ اجمیر سنگھ اور ایل سنگھ کو حوالہ پولیس کر دیا۔ تھوڑی دیر میں ملزموں اور مدعی کی طرف سے سکھ' ہندو

اور پاکستانی دوست پولیس سٹیشن پہنچ گئے اور پولیس سے استدعا کی کہ اجمیر سنگھ اور ایسل سنگھ کو ضمانت پر رہا کر دیا جائے۔ پولیس نے ان تینوں کو گھر جانے کی اجازت تو دے دی لیکن ان کا کیس عدالت میں بھیج دیا۔ اس دوران ہندو سکھ اور پاکستانی دوستوں نے لالوداس کے ساتھ اجمیر سنگھ اور ایسل سنگھ کی صلح اور تحریری راضی نامہ کروا دیا۔ ان دوستوں کے خیال میں اب یہ سارا کیس رفع دفع ہو چکا تھا اور باقی کچھ نہ تھا' لیکن ٹھیک ایک ماہ بعد عدالت کی طرف سے اجمیر سنگھ' ایسل سنگھ اور لالوداس کو عدالت میں حاضری کے سمن موصول ہو گئے۔ عدالت میں حاضر ہو کر ملزموں اجمیر سنگھ اور ایسل سنگھ نے بیان کیا کہ ایک رات تاش کھیلتے ہوئے لالوداس نے ان سے ایک سو کرونر ادھار لئے تھے جو وہ مانگنے پر واپس کرنے سے انکاری تھا' لہٰذا یوں جھگڑا طول پکڑ گیا' گالی گلوچ اور مار پیٹ بھی ہوئی' لیکن اب وہ لالوداس سے معافی مانگ چکے تھے اور ان کی آپس میں تحریری صلح بھی ہو چکی تھی اور اس کی تصدیق لالوداس نے بھی کر دی تھی۔ ملزموں اور لالوداس کے بیانات سننے کے بعد عدالت نے انہیں بتایا کہ یہ ٹھیک ہے کہ ان کا آپس کا جھگڑا ختم ہو چکا ہے لیکن ابھی عدالت کی کاروائی اور فیصلہ باقی ہے۔ عدالت نے اجمیر سنگھ اور ایسل سنگھ کو قانون کے ہاتھ میں لینے اور تشدد کرنے کے جرم میں ایک ایک سال قید اور دو دو سو کرونر (ایک ایک ہزار روپے) جرمانہ کی سزا کا حکم سنایا۔ عدالت نے سنایا کہ سویڈن میں کوئی شخص کسی جاندار پر کسی قسم کو کوئی تشدد نہیں کر سکتا۔ سویڈن میں قوانین نہایت سادہ لیکن ان پر عمل درآمد میں بہت سختی اختیار کی جاتی ہے۔ ہر وہ شخص جو قانون پر عملدر آمد کروانے کا ذمہ دار ہے نہایت ایمان داری ہے ایک پاکستانی فیملی ایک دعوت میں شرکت کے بعد رات کے ڈیڑھ بجے سٹاک ہالم سے کوئی بیس کلومیٹر باہر سے گھر واپس آ رہی تھی۔ شہر کے ایک بڑے چوک میں سرخ بتی نے ان کی موٹر کار کو روک لیا۔ گاڑی چلانے والا ایک نوجوان پاکستانی لڑکا تھا' اس نے جونہی اشارہ کراس کیا اس کے آگے ایک پرائیویٹ موٹر کار آگئی اور تھوڑی دور جا کر اس کار نے اس فیملی کی گاڑی کو روک لیا' اس پرائیویٹ گاڑی میں پولیس کے دو سارجنٹ تھے جنہوں نے پاکستانی فیملی کو پانچ سو کرونر (اڑھائی ہزار روپے) جرمانہ کی سزا سنا دی۔

سویڈن میں ٹریفک کے قوانین ویسے بھی بہت سخت ہیں۔ ہر بڑے چوک میں ٹریفک اشاروں پر کیمرے نصب ہیں۔ خود بخود سرخ بتی کا اشارہ کاٹنے والی گاڑی کی فوٹو کھینچ لیتے ہیں اور اس کے بعد پولیس ایسے کسی بھی شخص کو اس کی گاڑی کا نمبر لکھ کر جرمانے کی رقم سرکاری خزانے میں جمع کروانے کا حکم نامہ بھیج دیتی ہے۔ جرمانے کی یہ رقم اگر تین یاد دہانیوں کے اندر یعنی چھ ہفتے کے اندر سرکاری خزانے میں (بذریعہ بنک یا پوسٹ آفس) جمع نہ کرائی جائے تو گاڑی کے مالک کا ڈرائیونگ لائسنس ضبط یا منسوخ کر دیا جاتا ہے اور پھر یہ لائسنس عمر بھر کے لئے دوبارہ نہیں مل سکتا۔ سویڈن کا کوئی قانون موم کی ناک نہیں۔ جو قانون بھی بنتا ہے اس کا وجود ہوتا ہے اور اس پر عمل ہوتا۔ پارلیمنٹ رات کو قانون بناتی ہے۔ پارلیمنٹ کا ہر قانون عوام کی بہتری کے لئے ہوتا ہے رات کے بنائے گئے قانون کو اخبارات' ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی وساطت سے عوام تک پہنچایا جاتا ہے اور اس پر فوری عمل درآمد شروع ہو جاتا ہے۔ سویڈن کا ہر قانون سب کے لئے برابر ہوتا ہے' اس میں چھوٹے بڑے اور رنگ و نسل کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا ہے۔ یہاں کی پولیس اور بیورو کریسی اپنے ملک اور قوم کے لئے کام کرتی ہے۔ کرپشن اس ملک میں نام کو نہیں ۔ سیاسی پارٹیاں جب حکومت میں آتی ہیں یا جب کوئی نئی حکومت برسر اقتدار آتی ہے تو وہ بیورو کریسی کے دھڑا دھڑ تبادلے نہیں کرتی اور نہ ہی کسی بڑے یا

چھوٹے افسر کے خلاف انتقامی کاروائی کرتی ہے۔ یہاں کی پولیس صلح یا راضی نامہ ہونے کی صورت میں کسی بھی پارٹی سے بخشش یا معاوضہ وصول کر کے اپنی جیبیں نہیں بھرتی۔ یہاں تو صرف قانون کی پاسداری اور پابندی ہوتی ہے۔ سویڈن کے بادشاہ کے محل میں نئی مرسیڈیز گاڑی آئی تو ان کے بیٹے فلپ نے (عمر چار سال) اپنے پاپا کو مجبور کر دیا کہ وہ اتوار کی اس دوپہر کو شہزادہ فلپ کو نئی گاڑی میں اپنے علاقے میں سیر ضرور کرائیں۔ ہز میجسٹی نے ڈرائیور کے بغیر خود ہی گاڑی نکالی' شہزادے کو اپنے دائیں جانب اگلی سیٹ پر بٹھایا اور شاہی محل سے باہر نکل گئے۔ ابھی دو تین کلومیٹر کا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ ایک سفید موٹر سائیکل پر ایک ٹریفک سارجنٹ نے بادشاہ کی گاڑی کو رکنے کا اشارہ کیا۔ بادشاہ نے گاڑی روک لی۔ ٹریفک سارجنٹ نے سلیوٹ مارا' گاڑی کا دروازہ آہستہ سے کھولا اور شہزادہ فلپ کو اگلی نشست سے اٹھا کر گاڑی کی پچھلی نشست پر بٹھا دیا' پھر سلام کر کے بادشاہ سے صرف اتنا عرض کیا "مجھے افسوس ہے کہ ہماری بادشاہ ٹریفک قوانین سے پوری واقفیت نہیں رکھتے" یہ خبر اسی شام کو اخبارت میں جلی حروف میں شائع ہو کر عوام تک پہنچی۔ ابھی پچھلے سال ہی کا ذکر ہے کہ انکم ٹیکس والوں نے سویڈن کے بادشاہ سے ان کے 1995ء کے اخراجات کا گوشوارہ داخل کرنے کی درخواست کی۔ ایسی درخواست ہر ٹیکس گذار کو ہر سال کے آخر میں انکم ٹیکس کا محکمہ ارسال کیا کرتا ہے۔ بادشاہ کے دفتر سے انکم ٹیکس والوں کو یہ جواب دیا گیا کہ فلاں فلاں قاعدے اور قانون کے مطابق سویڈن کے بادشاہ سے اخراجات کا حساب طلب نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے پہلے بھی کبھی کسی بادشاہ نے ایسا کوئی گوشوارہ داخل نہیں کروایا تھا' لہٰذا بادشاہ اپنا اخراجات کا گوشوارہ جمع کروانے سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ بحث اخبارات میں چل نکلی کہ بادشاہ ایسا گوشوارہ داخل کروائیں یا نہیں۔ عوامی رائے یہ تھی کہ بادشاہ کو ملنے والی تمام رقم عوام کے ٹیکسوں میں سے ادا کی جاتی ہے' لہٰذا عوام اگر چاہیں تو وہ بادشاہ سے حساب مانگ سکتے ہیں' اس کے علاوہ سویڈن میں سبھی برابر ہیں' سبھی انسان ہیں' کیا بادشاہ اور کیا ایک عام مزدور' پس فیصلہ عوام نے ہی کیا اور عوام کے مطالبے پر بادشاہ کو اپنے سالانہ اخراجات کا گوشوارہ انکم ٹیکس کے محکمہ کے حوالے کرنا پڑا۔

دنیا کی زندہ قومیں اپنے قوانین مرتب کرتے وقت ان میں کوئی لچک یا سقم کبھی نہیں رکھتیں۔ ان کا ہر قانون سبھی کے لئے برابر ہوتا ہے۔ ان کا قانون غریب کے لئے الگ اور امیر کے لئے الگ نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ ترقی یافتہ ممالک میں قانون کی مٹی پلید نہیں ہوتی ۔ اس کی دھجیاں نہیں اڑائی جاتیں اور نہ ہی ان ملکوں کے قانون لاگو کرنے اور کروانے والے ادارے عوام سے اس قانون کے بے حرمتی کرواتے اور رشوت سے اپنی تجوریاں بھرتے ہیں۔ کم ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک میں ایک قانون نافذ کیا جاتا ہے کہ کوئی شخص موٹر سائیکل پر بغیر ہیلمٹ پہنے سواری نہیں کر سکتا' بس پھر قانون لاگو کرنے والے اداروں کو اللہ دے اور بندہ لے۔ انہوں نے اسے بھی پکڑ لیا جس کے پاس موٹر سائیکل پر دو سواریاں نہیں بیٹھی تھی اور انہیں بھی نہیں بخشا جو گنجے تھے اس غلط فہمی میں پکڑے گئے کہ ان کے سر پر ہیلمٹ کا نشان تھا لیکن موٹر سائیکل غائب تھی وغیرہ۔ اس قانون کے نفاذ نے وہ دھاندلی مچائی کہ۔ الامان۔ اسی طرح رات کو موٹر سائیکل پر دو سواریاں نہیں بیٹھ سکتیں۔یہ بھی ایک قانون ہے۔ اب یہ قانون لاگو کرنے والوں کی صوابدید اور "میٹھی مرضی" پر ہے کہ وہ کس کو پکڑتے اور کس کو چھوڑتے ہیں' بہرحال ان قوانین پر عمل درآمد کرنے اور کروانے میں پیسے کو بڑا عمل دخل حاصل ہے۔ منت سماجت خالی خولی الفاظ کا مجموعہ ہے لہٰذا غریب لوگ دھر لئے جاتے ہیں۔ اس

قانون کے سایہ میں دو سائیکل سوار بھی پکڑے جاتے رہے اور آج بھی پکڑے جاتے ہیں اور گدھے پر بیٹھنے والے باپ بیٹا بھی پولیس کے لمبے ہاتھ سے رات کی تاریکی میں بچ کر نہیں نکل سکتے۔ اسی طرح بیاہ شادیوں میں اعلیٰ قسم کے کھانے پکائے جانے اور بجلی کے قمقمے لگا کر بجلی کے وافر خرچ کے خلاف بھی ہماری سابقہ حکومتوں نے قانون بنائے جو صرف کاغذ کے ایک پرزے کی شان بن کر رہ گئے' ان پر کبھی کوئی عمل نہ ہوا۔ تواتر کے ساتھ ایسے قانون بنتے رہے اور عوام کی ذہنی اور مالی پریشانیوں میں اضافہ کرتے رہے۔

پاکستان میں امن و امان کے مستقل استحکام کے لئے جو قلیل المدتی منصوبہ سامنے آیا ہے اس کی سب سے بڑی خوبی اس پر صحیح عمل در آمد کی ہو گی۔ اگر اس منصوبہ پر عمل پولیس اور بیورو کریسی کے ذریعے کروایا جانا لزمی ہے تو ایسے لوگوں کو سامنے لایا جائے جن کا ریکارڈ ہمیشہ سے صاف رہا ہے یا جو نئے لوگ ہیں اور جن سے توقع ہے کہ وہ "امن و امان" کے مسئلہ کو بطریق احسن سرانجام دے سکیں گے۔ کیا پاکستان میں پولیس امن وامان برقرار رکھنے میں ناکام رہتی ہے جو بعض مواقع پر پولیس کی جگہ ملٹری کو مدد کے لئے پکار لیا جاتا ہے؟ پولیس اور فوج کے ایکشن (عمل) میں فرق ہوتا۔ فوج کا ایکشن بہت سخت ہوتا ہے۔ وہ اپنے مقصد میں کامیابی کے لئے کسی رو رعایت اور نرمی سے کام نہیں لیتی' اسے جو کچھ کرنا ہوتا ہے وہ کر گزرتی ہے' دنیا کے دوسرے ممالک میں پولیس نے کبھی بھی اپنی فوج سے امن و امان کے مسئلہ میں مدد کی درخواست نہیں کی۔ وہ اپنے قانون پر سختی سے عمل کرواتے ہیں' لہٰذا پاکستان میں امن واماں کے مسئلہ پر قانون میں سختی اور محض سختی کی ضرورت ہے۔ سعودی عرب میں امن وامان کا مسئلہ کبھی پیدا نہیں ہوا۔ وہاں کے ایک پولیس ملازم (شرطہ) کو وہ اختیارات حاصل ہیں کہ اس کا حوالات میں بند کیا ہوا کوئی مجرم وہاں کے بادشاہ بھی چھڑا نہیں سکتے۔ چوری چکاری' لڑائی جھگڑا اور سمگلنگ وغیرہ کی سزائیں بہت سخت ہیں۔ سڑک پر پڑے ہوئے لاوارث ہیرے جواہرات کو کوئی ہاتھ تک نہیں لگاتا۔ ہر جمعہ کو سرعام تلوار کے ایک وار سے گردن کے کٹ جانے سے خون کے فوارے کا خوفناک نظارہ "امن وامان" کی سدا کی ضمانت بن کر ابھرتا ہے۔ صدام جیسا سخت فرماں روا آپ کو کہاں ملے گا؟ کیوبا کے صدر کے سترو کو یاد کیجئے۔ لیبیا کے صدر قذافی کے ملک میں بھی امن وامان ہے۔ ہمیں یہ تسلیم ہے کہ پاکستان ایک جمہوری ملک ہے اور اس کے ساتھ اسلامی بھی۔ کسی بھی قانون کے نفاذ کے سلسلے میں اگر حکومت کا رویہ دیانتدارانہ نہیں ہو گا تو حکومتی پالیسیوں کو لاگو کرنے والے لوگ کبھی دیانتدار نہیں ہوں گے' پھر حکومت کا بنایا ہوا قانون کاغذ پر تحریر کردہ ایک دستاویزات بن کر رہ جائے گا۔

ہمیں ایک نئی زندگی اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ملی ہے اور ہم زندگی کے پچاس سال گنوا بھی چکے ہیں' یہی نہیں بلکہ ہم تو اکیسویں صدی کی دہلیز پر کھڑے ہیں۔ آئیں ہم سب مل کر پاکستان کو امن وامان کا گہوارہ بنا ڈالیں۔ جناب وزیر اعظم سے صرف اتنی سی عرض ہے کہ وہ قانون پر قانون بنائے نہ چلے جائیں' بلکہ ایسے قانون بنائیں جو قابل عمل ہوں' جن کا ہم سب احترام کر سکیں۔ آپ کی زبان سے نکلے ہوئے ایک لفظ اور ایک فقرے میں "طاقت اور احترام" ہو۔ لوگ آپ کی ذہانت اور دانشوری کی داد دیں۔ اخبارات آپ کی تقاریر کو کچھ لکھتے ہیں اور آپ کے وزراء ان کی توضیح کچھ اور کرتے ہیں اس طرح عوام میں الجھن اور تذبذب سا پیدا ہو جاتا ہے اور اس طرح مایوسیوں کی راہیں کھلتی ہیں۔ بیرونی ممالک کے وزرائے اعظم ایک چھوٹی سی بات کہتے ہیں اور اس کے اندر مطالب کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بند ہوتا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ آپ کو پاکستان میں "امن وامان کے استحکام اور جرائم کی روک تھام" کے لئے اپنی روحانی قوتوں سے نوازے۔

محنت اور تنظیم

مولانا محمد اکرم اعوان

عیسائی مشنریوں کو یہ ہدایت دی جاتی ہے کہ مت دیکھو کہ کتنے لوگ عیسائی ہوئے ہیں تم کام اس نظر سے دیکھو کہ کتنے لوگ عیسائی نہیں ہوئے لیکن مسلمان بھی نہیں رہے یعنی ہمارا مقصد صرف عیسائی بنانا نہیں ہے بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ اگر عیسائی نہ بنیں تو کم از کم مسلمان بھی نہ رہیں تو اس میں وہ واقعی بڑے کامیاب رہے۔

ہم اس خوش فہمی میں رہے کہ ہمارے دوست مسلمان ہیں ہمارے ساتھی مسلمان ہیں لیکن عملاً" پریکٹیکل لائف میں تو وہ لوگ مسلمان نہ رہے نام اگر مسلمانوں کا رہا یا انہوں نے ختنہ کرا لیا یا مرگئے تو ان کا جنازہ مسلمانوں نے پڑھ کر دفن کر دیا تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے ان کی پریکٹیکل لائف میں ساری زندگی جو عمل انہوں نے کیا اس میں عیسائیت کی خدمت کی۔

تو اب اس ریاست میں جتنی طاغوتی طاقتیں ہیں ان کے دو ہی نظریات ہیں پہلا یہ ہے کہ خدا نہ کرے یہ ریاست ہی نہ رہے اور اگر ایسا نہ ہو سکے جیسا کہ آج کل کے عہد میں ایسا بہت مشکل ہے تو پھر ریاست کا وجود اور اس کا نام اسلامی ہو لیکن اس کا کام اور اس میں جو قانون اور طریقے رائج ہوں ان میں کوئی بھی اسلام نہ ہو اس دور میں نرا کونے میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنا مفید نہیں اس سے آدمی اپنی جان تو بچا سکتا ہے لیکن اس ملاح کو جو اپنا سفینہ غرق کر کے آرہا ہو دو چار سو آدمیوں سمیت اگر وہ ہاتھ پاؤں مارتا اکیلا کنارے تک پہنچتا ہے تو اسے کوئی بھی شاباش نہیں کہتا۔ اگر وہ اپنی جان بچا کر کنارے پر آ بھی جائے تو قابل سلامت ٹھہرتا ہے کہ دوسو آدمی غرق کر کے خود تیر کر آ بھی گئے تو کیا ہوا۔

میرے خیال میں اس دور میں جو لوگ واقعی گوشہ نشین ہیں نیک ہیں مخلص ہیں اللہ اللہ کر رہے ہیں میدان حشر میں ان کا حال ایسا ہی ہوگا جیسا سفینہ ڈبو کر آنے والے ملاح کا ہوتا ہے ہمیں اس **سفینے** میں رہ کر اس کے ساتھ محنت کرنی ہے کہ خدا کرے کہ یہ سفینہ ہمارے ساتھ چلے کسی کنارے پر پہنچے تاکہ ہم جب کنارے پر اتریں تو کوئی ہمیں بھلا کہنے والا موجود ہو اور ہماری کارکردگی کا کوئی اثر ہو اور نرا گوشے میں بیٹھ کر عبادت کر کے اگر اپنی جان بچا بھی لیں گے تو اس کا کیا فائدہ ہوگا وہ مقصود نہیں ہے۔

اس کے لئے دو باتیں بہت بنیادی حیثیت رکھتی ہیں پہلی بات **ماکذب الفواد و مایری** جو کچھ ہمارے مقاصد ہیں سب سے پہلے ہم خود ان کے ساتھ مخلص ہوں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے اس لائن پر کبھی مت

کھڑے رہو کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں شاید یہ ٹھیک ہے بھی یا نہیں اگر نہیں تو ہٹ جاؤ پیچھے اور اگر آگے بڑھ رہے ہو تو پورے یقین کے ساتھ کوئی تذبذب اس میں نہ ہو اگر تذبذب ہو تو قوت کار مجروح ہو جاتی ہے اور دوسرا یہ یاد رکھتے ہوئے کہ" حضور اکرمؐ نے جن امور کو کرنے کا اور زندہ رہنے کا جو طریقہ تعلیم فرمایا ہے وہ ہے تنظیم۔

بلکہ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ دو مسلمان بھی اگر اکٹھے باہر نکلیں تو ایک امیر ہونا چاہئے اور امیر کی اطاعت کرو خواہ وہ حبشی غلام تم پر مقرر کر دیا جائے چونکہ حبشی عموماً" غلام ہوا کرتے تھے اس ملک میں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ معاشرے کا کمزور ترین آدمی بھی ہو لیکن جب وہ امیر بن جائے تو اطاعت واجب ہوگی

تو اس تنظیم میں چونکہ ہمارے پاس کوئی سرکاری نظام نہیں ہے کوئی سرکاری طاقت نہیں ہے محض اہلیت ہے سرکاری مجبوریوں میں اور اہلیت میں کچھ فرق ہے کیونکہ سرکاری مجبوریاں جہاں ہوتی ہیں وہاں تو آدمی مجھ سے آپ سے لیم ایکسکیوز کہتے ہیں ایک بے تکا سا بہانہ لگا کر بھی وقت گذار لیتا ہے لیکن جہاں معاملہ براہ راست رب جلیل کے ساتھ ہو وہاں یہ چھوٹی چھوٹی باتیں کہ بچہ بیمار تھا مجھے زکام ہوگیا ہے آج ایک دن کی فرصت چاہئے یہ باتیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں جب ہمیں کام کرنا ہے اور اللہ کے لئے کرنا ہے اور جو لوگ مرنا نہیں چاہتے وہ زندہ رہنا جانتے ہیں۔

مرنا ہوتا ہے فنا ہو جانا مٹ جانا اور زندگی ہوتی ہے باقیات صالحات کو پیچھے چھوڑ جانا۔ جہاں سے اٹھ جائے وہاں کوئی ایسا اثر چھوڑ جائے کہ جسے مٹانا زمانے کے لئے آسان نہ ہو۔ ایسے لوگ مرا نہیں کرتے اسی کو زندگی کہتے ہیں۔

حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ایک دور افتادہ دیہاتی گاؤں میں پیدا ہوئے آپ کے پاس وسائل نہیں تھے ٹرانسپورٹ نہیں تھی واقفیت نہیں تھی تعلقات حکومت کے ساتھ نہیں تھے ملک تقسیم ہو رہا تھا ہندو مسلم فسادات تھے بے شمار طاقتیں اوپر نیچے آرہی تھیں انقلابات زمانہ نے شرفاء کو رسوا کر دیا اور بہتیرے ذلیل قسم کے جو لوگ تھے وہ برسر اقتدار آگئے ہمیشہ انقلابات میں ایسا ہوتا ہے ان سب دشواریوں میں ایک آدمی نے جو پیدل چلتا تھا اور جس کے پاس کھانے کو روکھی روٹی ہوتی تھی اور جس کے پاس کتابیں اٹھانے کے لئے دوسرا آدمی نہیں ہوتا تھا اپنا ہی کندھا ہوتا تھا اس اکیلے آدمی کے پاس اتنا وقت تھا کہ ایسا نقش صفحہ ہستی پہ ثبت کر دیا کہ جسے مٹانا زمانے کے لئے آسان نہیں تھا۔

تو ہم تو بفضل اللہ وسائل رکھتے ہیں ذرائع رکھتے ہیں معلومات رکھتے ہیں اور ہمیں اللہ کریم نے بڑی وسعت بڑی فراوانی دی ہے آج ہم جو یہاں بات کرتے ہیں ہمارے اپنے وسائل کے ہوتے ہوئے اگر ہم اس آواز کو آگے نہ پہنچا سکے اسے تقویت نہ دے سکے اور اسے قائم نہ کر سکے ہم نے کوتاہی کی نتائج اللہ کریم کے ہاتھ میں ہوتے ہیں تقسیم ملک کے وقت بعض اکابر علماء دیو بند جو تھے ان کا خیال تھا کہ ملک تقسیم نہ ہو اور نہایت خلوص کے ساتھ تھا یہ بات بڑا وزن رکھتی ہے وہ فرماتے تھے کہ ہندوؤں کے ساتھ رہنے میں ہمیں خطرہ نہیں ہے بلکہ ہم کام کریں گے اگر ملک تقسیم ہوگیا تو سینکڑوں میل سینکڑوں میل زمین اللہ کے نام سے محروم ہو جائے گی اس پہ رب کہنے والا بھی کوئی نہیں ہوگا۔

اور میں اگلے دن ایک آدمی کا سفر نامہ پڑھ رہا تھا جو ہندوستان سے اپنے رشتہ داروں سے مل کر واپس آیا اس نے ایک رسالے میں لکھا کہ میرے لڑکپن کی وہاں ہندو عورت ہوا کرتی تھی اب بوڑھی تھی تو وہ ہندو عورت بڑے دکھ سے کہہ رہی تھی کہ بھائی ہم نے تو یہ زمانہ نہیں دیکھا تھا نہ موٹریں تھیں نہ گھڑیاں تھیں کہا

جاتا تھا کہ میاں کی بانگ کے ساتھ آجانا چلیں گے اب نہ وہ میاں رہا نہ وہ بانگ رہی بڑی مدت ہوئی ہم نے سنا ہی نہیں یعنی اس ہندو عورت کو بھی یہ دکھ تھا کہ بانگ چلی گئی اور اب جو اس کے بعد پیدا ہوئے وہ تو جانتے ہی نہیں کہ کہاں کوئی مسلمان قوم کا کیا طریقہ کار ہے کیا عبادت کا طریقہ ہے اور میاں کیا ہے اور اذان کیا ہے تو ان کا خیال یہ تھا کہ یہ دین جو تھا یہ ملک جو ہے یہ کیوں اللہ کے نام سے بیگانہ کرتے ہیں۔

ایک دفعہ کسی نے پوچھا غالباً" علامہ شبیر احمد رحمتہ اللہ علیہ سے مجھے نام یاد نہیں رہتے تو ان سے کسی نے پوچھا کہ یہ پاکستان کیا بنے گا یا ملک تقسیم ہوگا یا نہیں تو انہوں نے یہ بات کشف سے بتائی کہ ملک تقسیم ہو کر رہے گا پاکستان بنے گا اس نے عرض کی حضرت آپ کیوں پھر اس کے خلاف کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور ہمیں بھی لگایا ہوا ہے فرمانے لگے وہ نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے ہمارے ذمہ یہ کوشش ضروری ہے جسے ہم خلوص کے ساتھ دین کے احیاء کے لئے ضروری سمجھتے ہیں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اگر تقسیم نہ ہو تو اس میں دین کا زیادہ فائدہ ہے اور دینی کام زیادہ ہوگا۔ اور کم از کم کابل سے بنگالا تک ہر جگہ مسلمان موجود تو ہوں گے کوئی زمین ان کے وجود سے خالی تو نہیں ہوگی۔ یہ ہماری کوشش ہے ہمارا ارادہ ہے لیکن مجھے یوں نظر آتا ہے کہ ملک تقسیم ہو کر رہے گا۔ یہ اللہ کی مرضی اگر وہ تقسیم کر دے یہ اس کی مرضی۔

تو خواہ خدانخواستہ یہ طاغوتی طاقتیں غلبہ حاصل کر لیں کوئی اس سے بد ترین صورت حال سامنے آجائے ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہے۔ ہمیں اپنا نامہ اعمال پیش کرنا ہے کہ خدایا اس ظلمت میں ہم نے احقاق حق کے لئے کتنی محنت کی نتائج اس کے ہاتھ میں ہیں خدا جانے ہم ساری عمر محنت کرتے رہیں مگر کل ہی اللہ ہمارے حکمران کے دل میں کوئی بات ڈال دے وہ ایک حکم سے ہم پر اسلام نافذ کر دے ہماری ساری کوششوں سے دس آدمی سنت کی اتباع پہ تیار نہ ہوں اور اس کے ایک حکم سے سب لگ جائیں یہ اس کا ہے کہ کسی سے کیا کام لینا چاہتا ہے لوگوں کا رب کے ساتھ کیا معاملہ ہے اور کل اس نے ان کے حق میں کیا فیصلہ کر دیا ہے انہیں کیا پیش آنے والا ہے۔

اس ساری چیز سے بے نیاز ہو کر ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ احقاق حق کے لئے ہم کیا کر رہے ہیں اور اس کے لئے باقاعدگی سے اور تنظیم کے ساتھ اور پروگرام کے ساتھ ہلڑ بازی کے ساتھ کام نہیں ہوا کرتے ہزار آدمیوں کو ہلڑ بازی سے بھگا دو دس آدمیوں کو کسی ترتیب سے کام لگا دو تو دس آدمی کام کر کے آتے ہیں اور ہزار آدمی بگاڑ کر آتے ہیں۔

تو اس ساری صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے آپ حضرات اپنے اپنے دائرہ عمل میں باقاعدگی پیدا کریں اب میرے معمولات آپ کے سامنے ہیں آپ جانتے ہیں کہ میرے پاس بہت کم وقت بچتا ہے اپنے ضروری امور کے لئے بھی اور تقریباً" سارا سال میں پہیے پہ سوار رہتا ہوں۔ اس کے باوجود جب بات ہو تو ارشاد ہوتا ہے اور وقت دو اسے۔ تم آج تک یہ باتیں نہیں فرمائی گئی کہ بڑا کام کر رہے ہو تم نے اتنا کام کیا ہے۔ اور یہ اس لئے حکم ہوتا ہے کہ ضرورت اس سے زیادہ کی ہے۔ جتنا کچھ ہم کر رہے ہیں یا کر پاتے ہیں اس سے زیادہ کی ضرورت ہے تو اس کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے ایک ذرہ لمبے وقت کا منصوبہ بھی ترتیب دیا ہے جس میں ہمیں بہت دیر ہو چکی ہے بہت پہلے کرنا چاہئے تھا۔

ہم ساتھ ایک درس گاہ بھی شروع کر دی ہے جس میں بچے پڑھ کر فیلڈ میں جائیں آدمی آفیسر بنیں یا سی۔ ایس۔ پی آفیسر بنیں پولیس فورس میں جائیں تو آفیسر کلاس میں جائیں اور ان کی تربیت دینوی زندگی کی بھی یہاں ہو چکی ہو اور دینی واقفیت بھی ہوتا کہ فیلڈ میں

مسلمانوں کو کوئی عملاً" اسلام پر کار بند لوگ میسر آئیں چونکہ ہماری فیلڈ بانجھ ہو چکی ہے اسلامی لحاظ سے ویسے بڑے بڑے قابل آفیسر ہیں لیکن جب بات اسلام کی آتی ہے تو بالکل (ان کا قصور نہیں ہوتا) کورے ہوتے ہیں۔

پچھلے دنوں ایک اجتماع میں میں نے جنگ اور جہاد پر کوئی بیس پچیس منٹ گفتگو کی جنگ اور جہاد میں کیا فرق ہے تو ہماری فوج جس کا ماٹو ایمان تقویٰ اور جہاد ہے اس کے ایک بریگیڈ کمانڈر صاحب موجود تھے وہ انتہائی خلوص کے ساتھ کہہ رہے تھے کہ ہم نے آج تک جنگ اور جہاد میں کوئی فرق نہیں سمجھا نہ کسی نے بتایا ہے ہم نے صرف یہ سمجھا ہے کہ دوسرے لوگ جنگ کہتے ہیں اسلامی اصطلاح میں اسی جنگ کو جہاد کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمیں کوئی خبر نہیں ہے۔

تو بعض لوگ جو مخلص ہیں نیک بھی ہیں انہیں چونکہ پتہ نہیں کیا کرنا ہے تو اس لحاظ سے وہ بھی اسلام کے لئے بانجھ ثابت ہوتے ہیں۔

تو ان ساری باتوں کا انحصار آپ حضرت کی محنت مجاہدے اور کوششوں پر ہے اور اس کے ساتھ ہمیں زندہ بھی رہنا ہے اپنا رزق بھی حاصل کرنا ہے بچوں کی تربیت بھی کرنی ہے معاشرے میں ایک باوقار مقام بھی حاصل کرنا ہے معزز ہو کر اور شریف انسان ہو کر رہنا بھی ہے اگر ہم ایک سائیڈ چھوڑ دیں اور ایک طرف ہو کر لگیں تو زندگی کا مزہ نہیں ہے ایسے لوگ پہلے موجود ہیں آرام کے لئے آپ دنیا میں وقت تلاش نہ کریں آپ آرام کو آخرت کے لئے موخر کر دیں انشاءاللہ وہاں کریں گے۔ یہاں کام کام اور کام کے لئے وقت لگائیں۔ دن ہو یا رات اس میں کبھی تجزیہ نہ کریں کہ آج میں نے کتنے گھنٹے آرام کیا اور کتنے گھنٹے کام نہیں کیا مجبور ہو کر آنکھ جھپکیں اور بیدار رہیں کثرت سے اور کام محنت سے کریں اور کبھی یہ احساس کرنے کی کوشش نہ کریں کہ میں بہت کر چکا ہوں۔ بعض چھوٹی چھوٹی باتیں بڑی سبق آموز ہوتی ہیں۔ ہم جب ابتدا میں تھے اور لطائف کیا کرتے تھے تو میں جب گھڑی دیکھتا تو مجھے کوفت ہوتی کہ اب پندرہ منٹ ہوگئے اب بیس منٹ ہوگئے تو میں نے کئی سال تک منٹوں کی سوئی نکال دی تھی گھڑی سے صرف گھنٹے دیکھا کرتے تھے دس بج گئے بارہ بج گئے، دو بج گئے یہ پانچ دس والا چکر منٹوں کی سوئی ہی نکال دی تھی یہ اندازہ ہی نہ ہو کہ منٹ بھی کئی حیثیت رکھتا ہے جب کام کرنا ہی ہے تو اس میں چھوٹی چھوٹی باتوں کا اندازہ نہ کیا جائے نہ کیا جائے۔ یہ اندازہ چھوڑ دیں کہ میں اتنے اجتماع اٹینڈ کر چکا ہوں اب ایک پر نہ گیا تو خیر ہے نہیں اس سے بھی زیادہ پر جانا ضروری ہے اور یہ اندازہ نہ کریں کہ میں اتنا کام کر چکا ہوں جو کر چکے ہو وہ جانتا ہے جو کچھ میں کرتا ہوں آپ کرتے ہیں جس کے لئے ہم کر رہے ہیں وہ جانتا ہے اسے بتانے کی یا اسے سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وقت تھوڑا ہے اور کام بہت زیادہ اور کم از کم ہم بھی اسی ہنگامہ ہاؤ و ہو میں ایک صاف ستھرا راستہ تو متعین کر جائیں جس پر اگر کوئی چلنا چاہئے تو اس کے سامنے راستہ تو موجود ہو کہ یہ تحریکیں انقلابات نہیں ہوا کرتیں حق تو یہ ہے کہ ایک مثبت ایک دینی انقلاب برپا ہو بغیر کسی جبر اور کراہ کے لوگ اپنی پسند سے اس میں شامل ہوں اور از خود اتباع رسالت اختیار کرتے چلے جائیں اہل اللہ کا کام ہمیشہ یہی رہا ہے۔

لیکن اگر خدا نہ کرے ہم اس ٹارگٹ کو نہیں پہنچ سکتے تو کم از کم اس تک راستہ تو متعین کر دیں کہ پیچھے آنے والا بجائے سمت تلاش کرنے کے سیدھے راستے پر تو چلتا رہے اس کے لئے دو ہی باتیں ہیں ایک تو کام اور مسلسل کام اور دوسرا تنظیم اور پوری خلوص اور محنت کے ساتھ اس تنظیم کے اندر اپنے آپ کو ایک موثر پرزہ ایک مفید جزو میں تبدیل کر دیں اپنے آپ کو۔

پاکستان کا غیر مسابقتی سماج

اکبر علی ایم ۔ اے

پاکستان کا سب سے بڑا اور سب سے بھیانک مسئلہ یہ ہے کہ اسے غلط پالیسیوں اور غلط ریاستی حکمت عملی کے ذریعے مسلسل پسپائی اور بانجھ پن کی گہرائیوں میں دھکیلا جا رہا ہے۔ آدمی ایک چھلانگ لگا کر کنوئیں میں گر سکتا ہے لیکن ہزار ہار چھلانگیں لگانے سے باہر آنا مشکل ہوتا ہے۔ پاکستانی سوسائٹی خصوصاً" سائنسی اور اقتصادی لحاظ سے اتنی غیر مسابقانہ ہو چکی ہے کہ یہ عالمی مسابقتی ماحول کے تجربات اور ادراک سے مکمل عاری نظر آتی ہے۔ ارتقا کا عالمی ماحول حساس پاکستانی سوسائٹی کو بقا کے لالے پڑے ہوئے ہیں' اقتصادی طور پر بڑا صنعتی اور سائنسی طور پر انتہائی ٹیکنیکی ماحول ہے۔ اس ماحول میں مینو فیکچرنگ کے بغیر زندہ رہنا ناممکن ہے۔ مینوفیکچرنگ کے لحاظ سے اس وقت دنیا تین حصوں میں تقسیم ہے اول تخلیق کار اور جدت کار دنیا ہے جو سائنس صنعت اور ٹیکنالوجی میں جذبوں کے لحاظ سے مقابلہ آرا ہے۔ یہ سائنس صنعت اور ٹیکنالوجی کے لحاظ سے سپر دنیا ہے۔ دوسری نقال اور مقلد دنیا ہے۔جو ٹیکنالوجی کے نقل کر کے یا اسے انڈجنائز کر کے قومی پیداوار کرتی ہے جب کہ تیسری صنعت سائنس اور ٹیکنالوجی کی صارف دنیا ہے جو نہ تو ٹیکنالوجی تخلیق کرتی ہے اور نہ ہی نقل کرتی ہے بلکہ بنی بنائی مشینوں کو استعمال میں لا کر پیداوار کی کوشش کرتی ہے۔ جدت کار دنیا بہ نسبت نقال اور صلدف دنیا کے مسابقت میں بہت آگے ہے۔ نقال دنیا مقابلے کے لحاظ سے تیسری دنیا سے بہت آگے نکلتی جا رہی ہے جبکہ غیر تخلیقی غیر پیداواری اور صارف دنیا مسابقت کے ہر میدان سے پسپائی کی راہ پر گامزن ہے۔ پاکستانی سوسائٹی کو صرف عدم تخلیق اور عدم پیدا وار کا عارضہ ہی لاحق نہیں بلکہ انتہا درجے کی صارف سوسائٹی میں تبدیل ہو جانے کے باعث اس کی محنت بانڈڈ لیبر کے درجے پر پہنچ چکی ہے۔ پاکستانی سوسائٹی کو قیمتی سرمائے میں تبدیل کرنے کی بجائے اسے اپنے لئے ایک بوجھ میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ عالمی سرمایہ جس سے مسابقت در پیش ہے وہ ایک طرف تو کارپوریٹ سرمایہ ہے اور دوسری طرف وہ سائنسی ٹیکنالوجی سے مسلح سرمایہ ہے۔ کارپوریٹ سرمائے میں شراکت سے پہلے اس سے مسابقت کے مسائل درپیش آتے ہیں ورنہ غیر تخلیقی اور غیر پیداواری سوسائٹی اس کے استحصال اور اس کی لوٹ کھسوٹ سے بچ نہیں سکتی۔ اس کے منافع اور اس کے قرضے ایسے ماحول میں پھنسا لیتے ہیں جس میں انسانی اور مادی خام وسائل کی باہر منتقلی کو روکنا محال ہو جاتا ہے۔ پاکستان سرمائے کے بدلے سرمایہ ذہانت کے بدلے ذہانت اور محنت کے بدلے محنت کی تجارت سے محروم ملک

ہے۔ اس ماحول میں پہلے یہ مشینوں کے بدلے خام مال کی فروخت اور تجارتی عدم توازن سے قرضوں میں پھنس گیا پھر قرضوں کی ادائیگی کے لئے خام لیبر باہر منتقل کی جس سے حاصل ہونے والے زر مبادلہ نے قومی پیدا وار کے عمل کو تہہ و بالا کر دیا۔ محنت کا یہ سرمایہ پیدا وار غیر ممالک کی کرتا ہے لیکن اس محنت سے حاصل ہونے والا زر مبادلہ غیر ملکی مال کے قرضوں میں کھپ جاتا ہے جب کہ اس زر مبادلہ کے بدلے میں سوسائٹی کو صرف کرنسی نوٹ حاصل ہوئے جنہوں نے افراط زر کا ایسا سیلاب پیدا کر دیا جس نے گھریلو مارکیٹ کے سسٹم کو اندر سے کھوکھلا کر دیا ہے۔ اول تو اس پیسے سے غیر ملکی مال کی خریداری میں اضافے سے قرضوں میں مزید بوجھ پیدا ہوا' دوم افراط زر نے قومی معیار زندگی پر مسلسل حملوں کی صورت اختیار کر لی' سوم افراط زر سے پیدا ہونے والی مہنگائی نے لاگت پیداوار کے استقلال پر لرزے طاری کر دیئے' چہارم سوسائٹی صارفین کے غیر متوازن طبقات میں بٹ گئی غیر ملکی آمدنی والے صارفین مقامی صارفین کو مقابلے میں پچھاڑ کر انہیں آمدنی کے ناجائز ذرائع تلاش کرنے پر مجبور کر دیا۔ مادی اور انسانی خام وسائل کی بے دریغ باہر منتقلی نے مقامی پیدا وار کے عمل کی بنیادیں ہلا دیں۔

درآمدات کا برآمدات سے آگے نکل جانا اس بات کا پکا اشارہ ہے کہ پیدا وار غیر مسابقتی ہوتی جا رہی ہے۔ جب عدم توازن کا یہ عمل ایک بار شروع جائے تو مسابقت کے باقی حالات کو یہ خود بخود بلڈوز کرتا چلا جاتا ہے۔ جب درآمدات برآمدات کا توازن بگڑ جائے تو نتیجے میں بننے والے قرضے مسابقت کے عمل کو کمزور کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ قرضوں میں مسلسل اضافہ سماج کے غیر مسابقتی ہونے کا دوسرا اشارہ ہے' پھر قرضوں کے بدلے خام مال یا خام پیداوار باہر منتقل ہونے لگیں تو یہ تیسرا اشارہ ہے کہ سوسائٹی غیر مسابقتی ہو رہی ہے۔ مشینی سرمایہ درآمد ہو رہا ہو اور برآمد نہ ہو رہا ہو تو یہ چوتھا اشارہ ہے کہ سماج مسابقت کے لحاظ سے نیچے گر رہا ہے۔ سکے کی قیمت میں برآمدات کی نسبت سے قوت آتی ہے جب سکے کی قیمت مسلسل گرنے لگے تو یہ پانچواں اشارہ ہے کہ سماج غیر مسابقتی ہو رہا ہے۔ جب بے روز گاری کو فروغ ہو رہا ہو تو یہ چھٹا اشارہ ہے کہ سماج کا مسابقت میں گراف نیچے جا رہا ہے' تعلیم بے مصرف جا رہی ہو تو یہ آٹھواں اشارہ ہے کہ سماج غیر مسابقتی ہوتا جا رہا ہے' پھر جب یہ سارے عوامل مل کر کام کر رہے ہوں تو جدو جہد کے راستے سے بھٹکی ہوئی زندگی خود اپنی ہڈیاں چبانے پر مجبور ہو جاتی ہے قوم کو اس وقت مسابقتی صلاحیتیں مسمار کرنے والے عفریتوں کے زنغے سے نکلنے کے لئے جدوجہد کا کیسا پروگرام درکار ہے اس پر غور کرنا ضروری ہے۔ سماج کو غیر مسابقتی بنانے والے جملہ عوامل کو پاکستان کی سیاسی اور معاشی حکمت عملی میں جس طرح کار وسوخ حاصل ہے اس رسوخ کو ختم کرنے والوں کو حکمت سازوں کی مزاحمت کا سامنا بھی ناگزیر ہے کیوں کہ اقتدار کا سارا ڈھانچہ حکمت عملی کے اسی تانے بانے پر مبنی ہے یوں پاکستان میں اقتدار کی موجودہ کلوں کو اکھاڑ کر انہیں مسابقتی انداز میں ترتیب دینا اور بھی دشوار ہو جاتا ہے' سماج کو غیر مسابقتی بنانے والے عوامل پر پہلا جملہ تو جدید ٹیکنالوجی کی نقل سے ہی ممکن ہے۔ ٹیکنالوجی کی نقل کے لئے زیادہ توجہ' بنیادی صنعتوں یعنی مشین ساز صنعتوں پر مرکوز کرنے کی ضرورت ہے کیوں کہ بنیادی صنعتیں ہی ٹیکنالوجی کو جذب کرنے کا سب سے زیادہ باصلاحیت ذریعہ بنتی ہیں۔ دوسری طرف بنیادی صنعتوں کے بغیر مسابقت کی بنیادیں فراہم نہیں ہو سکتیں اور تیسری طرف بنیادی صنعتوں کے بغیر روز گار میں توسیع ناممکن ہے کیوں کہ اشیائے صرف کی صنعتیں روز گار پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ روز گار کی اکھا پچھاڑ بھی کرتی

ہیں اور لیبر کی یہ اکھاڑ پچھاڑ بنیادی صنعتوں کے بغیر جذب نہیں ہوسکتی۔ ٹیکنالوجی کی نقل کے ذریعے ترقی صرف اسی وقت تک ممکن ہے جب تک گھریلو مارکیٹ میں کھپت کی گنجائش موجود ہو۔ اشیائے صرف کی انڈسٹری میں ٹیکنالوجی کی نقل کے فوائد محدود ہیں۔ اشیائے صرف کی انڈسٹری بنیادی صنعتوں والے ممالک کی انڈسٹری سے مسابقت نہیں کرسکتی کیوں کہ اشیائے صرف کی انڈسٹری ٹیکنالوجی کے لئے بنیادی صنعتوں والے ممالک کی محتاجی سے باہر نہیں آسکتی' البتہ اشیائے صرف کی انڈسٹری میں نقالی سے صرف نقالی والے ممالک سے یا غیر صنعتی ممالک سے مسابقت کی جاسکتی ہے۔ یہ مسابقت بھی بنیادی صنعتوں والے ممالک کی خوشنودی پر منحصر ہوتی ہے کیوں کہ اگر ٹیکنالوجی کے لئے استعمال ہونے والا بنیادی میٹریل مہیا کرنے سے ہاتھ کھینچ لیں تو نقالی میں مشکلات پیش آسکتی ہیں۔ نقالی کو دوسرا بڑا حادثہ یہ پیش آسکتا ہے کہ اس میں جدت کا ڈھانچہ نہ ہونے کے باعث معیشت کے پرانے ڈھانچے میں جدت کو جذب کرنے کی صلاحیت کم ہوتی ہے۔ نقالی میں تیسری مشکل اس وقت پیش آتی ہے جب یہ زر مبادلہ کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ سے پیدا ہونے والے صدمے برداشت کرنے کی صلاحیتوں سے محروم ہو کیوں کہ نقالی کی صنعتیں کرنسی کے غیر ملکی سسٹم سے نتھی ہوتی ہیں اور بنیادی صنعتوں کی طاقت سے پیدا ہونے والی طاقتور کرنسیوں کے ٹکراؤ سے نقالی پر مبنی صنعتوں کا زر مبادلہ خورد برد ہو جاتا ہے' مثلاً" تائیوان' ہانگ کانگ اور کوریا جیسے ممالک جو صنعتی نقالی پر انحصار رکھتے ہیں اور جو ڈالر سے وابستہ تھے جب جاپانی ین کے مقابلے میں ڈالر کی قیمت میں اضافہ ہوا اور ین کی قیمت میں کمی سے جاپانی برآمدات کی خریداری اتنی تیز ہوگئی کہ ڈالر سے وابستہ ایشین ٹائیگرز کی برآمدات مہنگی ہوکر مسابقت کے قابل نہ رہیں' یوں ان کی صنعتیں بحران کے دباؤ میں آگئیں۔ نقالی کی صنعتوں میں ایک حد ضرور آتی ہے جس سے آگے وہ مسابقت کے اہل نہیں رہتیں۔ اس لئے بنیادی صنعتوں میں جدت و مادی کے اپنے ڈھانچے کے بغیر صنعتی ارتقا کو برقرار رکھنا ناممکن ہوتا ہے۔ معیشت کو مسابقتی بنانے کے لئے لاگت پیداوار کو کم از کم رکھنے والے عوامل کو قابو میں رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ سستے وسائل پیداوار میں خام مال اور خام لیبر کی قیمتوں کو خاص اہمیت دی جاتی ہے لیکن ٹیکنالوجی میں ترقی سے مصنوعی خام مال اور خود کار ٹیکنالوجی قدرتی خام مال اور خام لیبر کا بدل بنتی جارہی ہیں۔ اس لئے ٹیکنالوجی فیکٹر کے بغیر لاگت پیداوار پر کنٹرول پانا ناممکن ہوتا جارہا ہے لہٰذا سماج کو مسابقتی بنانے کے لئے آخری علاج سائنس صنعت اور ٹیکنالوجی میں جدت کاری ہی رہ جاتا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی پر دسترس حاصل کرنے کے لئے عوامی تعلیم کو جنگی پیمانوں پر منظم کرنے کی ضرورت ہے اور صنعتی عمل پر قابو پانے کے لئے بنیادی صنعتوں کی ضرورت ناگزیر ہے۔ ان دو مقاصد کے حصول کے لئے خام پیداوار اور خام وسائل کی باہر منتقلی کو روکنے کی ضرورت ہے۔ ان دو عوامل کی باہر منتقلی روکنے کے لئے گھریلو مارکیٹ کو درآمدات کی یلغار سے بچانے کی ضرورت ہے۔ گھریلو مارکیٹ کو درآدات کی یلغار سے بچانے کے لئے مال کے بدلے مال کی تجارت سے ادائیگیوں میں توازن رکھا جا سکتا ہے۔

پاکستان میں موجودہ انتظامی بحران اقتصادی مسائل کی پیداوار ہے۔ اس وقت پاکستان جن حالات میں گرا ہوا ہے اس کو مسابقتی بنانے کے لئے آغاز تعلیم اور بنیادی صنعتوں سے کئے بغیر کوئی دوسرا چارہ ممکن نہیں لیکن اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ معیشت اور دفاع کا موجودہ ڈھانچہ ہے۔ معیشت بیرون ملک مقیم لیبر کی آمدنی اور غیر ملکی قرضوں کے ذریعے چلانے کی کوشش ہو رہی ہے اور دفاع غیر ملکی اسلحے پر منحصر ہے ان حالات کو

اٹھانے کے لئے ایک طاقتور کروٹ کی ضرورت ہے جس کی سکت بوجھ نے مفلوج کر رکھی ہے۔ قومی معیشت اور قومی سلامتی پر داخلی اور خارجی اجارہ داریوں کے استحقاق کا بوجھ ہے۔ درآمدی مفادات نے قومی معیشت اور قومی سلامتی کو مراعات یافتہ صنعتی اور تجارتی مفادات نے بنا رکھا ہے۔ اگر اقتصادی حب الوطنی کے تحت قومی مفادات کو درآمدی مفادات کے خلاف دباؤ کے لئے استعمال کرنے کی قومی حکمت عملی کو مرکز نگاہ بنایا جائے تو مفادات کی داخلی اجارہ داریاں خارجی سرپرستی سے محروم ہو کر خود بخود بے بس و بے چارہ ہو جاتی ہیں۔ ہمارے ارتقاء کی سائنس کے اصول سامراجی ارتقا کی سائنس کے اصولوں سے بالکل مختلف ہیں سامراجی ارتقا نے اپنی راہ سائنس صنعت اور ٹیکنالوجی کے قدرتی قوانین کی تسخیر سے صاف کی ہے' جبکہ ہماری راہ سائنس اور صنعت کے قدرتی قوانین کے علاوہ سامراج کے مصنوعی قوانین نے بھی روک رکھی ہے' اس لئے ارتقا کی تلاش کے علاوہ ہم پر امپیریلیٹ غلبے کو جھٹکنے کے لئے انقلاب کا فالتو فریضہ بھی عائد ہوتا ہے' قومی ترقی کی دشمن اجارہ دار قوتوں سے نجات کے لئے قومی تصورات کو سائنس صنعت اور ٹیکنالوجی پر مرکوز کرنے کے علاوہ مقامی اور غیر مقامی اجارہ داریاں توڑنے پر مرکوز کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ تعلیم اور صنعت کو قومی حکمت عملی کا مرکز بنانے کے علاوہ قومی مفادات کو درآمدی مفادات کی چیرہ دستیوں سے نجات کا مسئلہ بھی درپیش ہے۔ قومی ترقی کی دشمن پالیسیاں عوام کی دشمن پالیسیاں ہیں۔ عوام کی دشمن پالیسیوں کا ملمع پگھلانے کے لئے دانشور طبقے ہی تپش مہیا کر سکتے ہیں۔ اپنی آنے والی نسلوں کے لئے قرضوں کے علاوہ کیا ورثہ چھوڑا جا رہا ہے۔ آنے والی نسلوں کو قرضوں کے سمندر میں پھینک کر بھاگ جانا انسانیت کے خلاف سنگین جرم ہے۔ آنے والی نسلیں انسانی ہمدردی کے تحت رحم کی مستحق ہیں۔ تعلیم صحت اور روزگار کے بہتر ادارے ورثے میں دینے کی بجائے انہیں جکڑنے کے لئے حالات کی بے رحم زنجیریں پیدا کرنے جانا سنگین جرم اور کبیر گناہ ہے۔ مسابقت کی پٹری سے اتری ہوئی قوم کو واپس پٹری پر چڑھانے کے لئے زندہ شعور کی ضرورت ہے۔ ڈی فیٹ ازم' شکست خوردگی اور پسپائی کو فروغ دینے والی پالیسیوں کے خول سے باہر نکلنے کی ضرورت ہے اور یہ فریضہ اہل دانش پر عائد ہوتا ہے کہ وہ قوم کو اجارہ داریوں کے گھمن گھیر میں مزید پھنسانے کی بجائے نجات کی راہ کھلائیں۔ یہ قومی بدبختی ہے کہ صحافت شخصیات کی جنگ میں دھڑیدار بن کر قومی حکمت عملی کی راہیں روشن کرنے کی بجائے قوم کی آنکھوں میں جھونکنے کے لئے دھول اڑانے میں مصروف ہو جائے۔

حکم بن کیسان آغوش اسلام میں

اس کے بعد اہل مکہ نے حکم بن کیسان اور عثمان بن عبد اللہ کی رہائی کے لیے ان کا فدیہ روانہ کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک سعدؓ بن ابی وقاص اور عتبہؓ بن غزوان جو اونٹ کی تلاش میں گئے تھے اور اب تک مفقود الخبر ہیں صحیح سلامت یہاں نہ پہنچ جائیں، ان دونوں کو ہم نہیں چھوڑ سکتے۔ چند روز کے بعد جب دونوں حضرات مدینہ منورہ پہنچ گئے تو آپؐ نے دونوں قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ حصول آزادی کے بعد عثمان بن عبد اللہ تو مکہ چلا گیا لیکن حکمؓ نے مدینہ چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ ایام اسیری میں سرور دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیض یاب ہوئے تھے اور آپؐ کی حقانیت اور صحابہؓ کے رجوع الی اللہ کے مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے انہوں نے جسمانی قید سے مخلصی پانے کے بعد اسلام کا طوق غلامی گردن میں ڈال لیا اور مکہ جانے کے بجائے یہیں سرکار دو عالم کی خدمت میں رہنے لگے۔

حضرت جیؒ ایک چمکتا سورج

مولانا محمد اکرم اعوان

بیعت روحانی کے لئے ظاہری طور پر ضروریات دین سے واقف ہونا انتہائی ضروری ہوتا ہے کم ازکم فرائض، واجبات اور سنن اور روزمرہ کی جو ضروریات ہیں ان میں جائز و ناجائز سے واقفیت ہونا ضروری ہے ہر شخص کا فاضل ہونا یا متبحر عالم ہونا ضروری نہیں ہوتا لیکن یہ سب کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اس راستے میں اگر خود عالم نہ ہو تو کسی نہ کسی علم کے ساتھ اس کا رابطہ ضرور ہو عموماً" جو خطائیں عملاً" ہو جاتی ہیں اگرچہ وہ بھی خطائیں ہوتی ہیں لیکن وہ کسی حد تک کم نقصان دہ ہوتی ہیں۔ لیکن جو خطا عقائد و نظریات میں بل آجانے سے ہوتی ہے وہ بہت زیادہ نقصان دہ ہوتی ہے۔ تو اس لئے ہم نے ایک طریقہ اختیار کیا ہے کہ جو احباب بیعت روحانی سے شرف ہوں وہ کم از کم دو تین ہفتے کا تربیتی کورس یہاں عقائد اور نظریات اور اعمال کے واقفیت کے بارے کرایا جاتا ہے کم از کم اس میں سے ضرور گذریں۔

آپ تمام صوفیاء کو دو طبقوں میں تقسیم کرسکتے ہیں ایک وہ لوگ جو دنیوی زندگی سے اور دنیا یا دنیوی مشاغل سے یکسو ہو گئے اور کسی جھونپڑی میں کسی کونے کھدرے میں یا کسی جنگل میں اگر بستی میں بھی رہے تو تن تنہا اور یوں اپنی عمر طلباء الہی میں اور اللہ کی یاد میں بسر کر دی۔ اور دوسرا طبقہ وہ ہے جو دنیا میں دوسرے انسانوں کے ساتھ زندگی کی جدوجہد میں شریک رہے۔ عملی زندگی میں باقاعدہ حصہ لیا انہوں نے اور عملی زندگی میں زندگی بسر کرنے کا رخ متعین کر گئے اور لوگوں کو ان کے عمل نے ان کی محنت اور ان کے مجاہدے نے متاثر کیا اور ان کی ذات ایک مثبت اور نیک انقلاب کا نقطہ آغاز بن گئی تو جب ہم اہل اللہ کی سوانح اور ان کی ذوات پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ان میں ہر صوفی ان ہی دو قسموں میں سے ایک میں نظر آتا ہے۔ جن لوگوں نے زندگی دنیا سے دامن بچا کر بسر کی ہے ان میں ایک بات آپ کو سب میں مشترک نظر آئے گی کہ آپ اگر ان کی ولایت اور ان کے ساتھ عقیدت کو ایک طرف رکھ انہیں دیکھیں تو وہ آپ کو نیم پاگل، مجنوں سے نظر آئیں گے۔ اس لئے کہ ہر شخص میں وہ قوت برداشت نہیں ہوتی اور تجلیات باری جب منعکس ہوتی ہیں دل پر دماغ پر تو انسانی اعصاب اور اعضاء جواب دے جاتے ہیں اور ان میں ایک طرح کی مدہوشی پیدا ہو جاتی ہے جسے اصطلاح تصوف میں سکر کہا جاتا ہے اور سکر جو ہے وہ صاحب ہوش و حواس کی طرح زندگی گذارنے کے قابل ہی نہیں چھوڑتا۔ ہمارے ہاں جو موجودہ دور میں روشن ہے اس میں تو یہ بڑا کمال سمجھا جاتا ہے اور بڑی تعریف کی جاتی ہے کہ فلاں بزرگ نے ساری زندگی مکان نہیں

بنایا شادی نہیں کی گھر نہیں بنایا دنیا سے کنارہ کش رہے اور ایک گوشے میں بیٹھے عمر بسر کر گئے لیکن حقیقتاً" یہ کمال نہیں ہے دراصل یہ مسکر جو ہوتا ہے یہ کمزوری کی دلیل ہوتا ہے اگر یہ کمال ہوتا تو انبیائی الصلوۃ والسلام پر وارد ہوتا

لیکن کسی نبی کسی رسول پر مسکر غالب نہیں آیا اگرچہ وہ روبرو اللہ کریم سے تجیات باری بھی وصول کرتے رہے جمال باری سے بھی سیراب ہوتے رہے اور کلام باری سے بھی سیراب ہوتے رہے اس کے باوجود مسکر وارد نہیں ہوا مسکر نبوت کے معانی ہے چوں کہ نبوت بقائی ہوش و حواس اللہ کے احکام کو اللہ کی مخلوق تک پہنچانے کا نام ہے۔ چوں کہ یہ جذب جو ہے یہ مسکر کی ایک انتہائی صورت ہے کہ جب اس میں شدت آتی ہے تو جذب پیدا ہو جاتا ہے جنہیں آپ مجذوب کہتے ہیں انہیں بالکل ہوش ہی نہیں رہتی مسکر کسی نہ کسی لمحے ہر صوفی پہ وارد ہوتا ہی ہے۔ چوں کہ انبیاء کی عظمت اپنی ہے اور صوفی انبیاء کی خاک پا کے بھی برابر نہیں ہوتا۔ لیکن بعض مسلسل وارد ہو جاتا ہے۔ تو انہیں دنیوی زندگی کے اور ان میں حصہ لینے کے قابل نہیں چھوڑتا۔

دوسری قسم یا دوسری جماعت جو اہل اللہ کی ہے وہ ہے جو حالات و مقامات کے لحاظ سے تو ان میں کمی نہیں ہوتی منازل قرب میں کمزوری نہیں ہوتی بلکہ قوت برداشت اللہ کریم انہیں اتنی دے دیتا ہے کہ وہ سب کچھ برداشت کرنے کے بعد بھی زندگی میں بالکل اس طرح حصہ لیتے ہیں جس طرح ایک عام آدمی حصہ لیتا ہے۔ فرق یہ ہوتا ہے کہ ان کے اعمال سنت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ لئے ہوئے ہوتے ہیں اور عام آدمی کے عمل جو ہیں وہ اس کی اپنی پسند سے رنگے ہوئے ہوتے ہیں۔

عملی زندگی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق اور اللہ کے احکام کے مطابق باقاعدہ حصہ لینا اور پھر اتنی شدت سے حصہ لینا کہ ایک راستہ مقرر کر دینا جس پر لاکھوں ہزاروں لوگ چلنے لگیں یہ خال خال اور اللہ کے بہت ہی برگذیدہ بندوں کو نصیب ہوتا ہے۔

حضرت جی رحمت اللہ علیہ کی زندگی کا یہ پہلو بہت ہی روشن ہے آپ دیکھیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زندگی میں بھرپور حصہ لیا ہے۔ آپ کی شادیاں بھی تھیں اولادیں بھی تھیں احباب بھی تھے دوست بھی تھے دشمن بھی تھے اور آپ کے پاس حکومت اور ریاست بھی تھی سیاست بھی تھی عامل اور گورنر اور سالار اور جرنیل اور یہ محکمے اور یہ ساری چیزیں تھیں۔ جہاد اور غزوات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سالہ مدنی حیات طیبہ میں اس سے اوپر غزوات و سرایہ ملتے ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر حکومتوں سے رابطہ اور سفارتیں اور خطوط اور دعوت الی الحق اور آنے والی تمام سفارتوں کو شرف باریابی عطا فرمانا پھر تمام قضاء کے فیصلے تمام عامل مقرر کرنا تمام طرف قانون اسلام نافذ کرنا جہاں جہاں تک حدود ریاست اسلامی بڑھتی جاتی ہیں اور پھر تمام نو مسلموں کی تربیت اور ان کی اسلامی تعلیمات کا اہتمام کرنا تو آدمی اگر تجزیہ کرنے بیٹھے تو وہ یہ سوچ ہی نہیں سکتا کہ یہ دس سال تھے یا دس صدیاں تھیں یعنی اتنا کام دس صدیوں میں ہونا ممکن نہیں ہے جتنا نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دس سالوں میں کیا۔ تو ولی اللہ جو ہوتا ہے یہ نبوت کے چشمہ صافی سے سیراب ہوتا ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس جو ہے وہ جامع الصفات ہے تمام کمالات بیک وقت ایک وجود اقدس میں جمع ہو گئے ولی اللہ جو ہوتا وہ اپنے مزاج کے مطابق حضور کے کمالات میں سے ان کمالات کی عکس اور شعاع اخذ کرتا ہے جو اس کے مزاج کے مطابق ہوں اور سب سے اعلیٰ کمال اس اللہ کے بندے کا ہوتا

ہے جو اس شعبے سے جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے سیراب ہو اور انسانوں کی عملی زندگی میں ایک اسلامی اور ایک اللہ کی رضا کی طلب کا انقلاب پیدا کرے۔

ہم جب حضرت جی رحمت اللہ تعالیٰ کی زندگی پر نظر کرتے ہیں تو یہ کمال بدرجہ اتم نظر آتا ہے اہل اللہ کی صف میں۔ آپ اس زمانے کو دیکھیں اور اس میں مادی اسائشوں کو دیکھیں بلکہ اب اسائشیں کہنا تو درست نہیں بلکہ جو تعیشات اس مادی دور کی ہیں اور جنہوں نے انسانوں کو مشینوں کا بندہ بنا دیا ہے کہیں بجلی کا پنکھا ہو کہیں ایئر کنڈیشنر ہو کہیں موٹر کھڑی ہو کھانے پینے کے لئے فریج میں اور فریزر میں پانی رکھا ہو یعنی ہر طرف سونے سے لے کر اٹھنے تک اور جاگنے سے لے کر پھر سونے تک قدم قدم پر اسے مشینوں کی عادت ہو گئی ہے انسان کو اور آج کا انسان جو ہے اس کی زندگی مشینوں کا غلام ہو کر رہ گئی ہے اور اتنے تعیشات میں سے لوگوں کو نکال کر طلب باری میں انہیں راتوں کو کھڑا کر دینا یہ بہت بڑی بات ہے جو اللہ کریم نے حضرت جی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کو عطا فرمائی اور پھر جب ہم آپ کے حالات پہ نگاہ کرتے ہیں تو آپ کے مجاہدے اور محنت کا زمانہ جو ہمیں نظر آتا ہے وہ ہے تقسیم ملک کا زمانہ افراتفری کا دور ہے قتل عام ہے حکومتیں بدل رہی ہیں کوئی کسی کا پرسان حال نہیں ہے اور کسی کو کسی سے کوئی واسطہ نہیں ہے لوگ کچھ کر رہے ہیں کچھ لوٹ رہے ہیں۔ کوئی حکومت نہیں کوئی قاعدہ نہیں قانون نہیں اور ایسے میں کسی شخص کا محض اللہ کے لئے کی راہ میں سفر کرنا جب اس کے پاس وسائل نہ ہوں ساتھ لوگ بھی چلنے والے نہ ہوں موٹریں گاڑیاں نہ ہوں سرمایہ نہ ہو ذرائع ابلاغ تک کوئی رسائی نہ ہو تن تنہا فرد واحد کا اس میدان میں نکلنا اور دعوت الی اللہ کے کام کو لے کر نکلنا ایک نہایت دور دراز دور افتادہ دیہات ماحول میں سے اور پھر اس کی اس محنت میں اتنی قوت پیدا ہو کہ بالا آخر وہ لوگوں کو اپنی طرف دیکھنے پر مجبور کر دے اپنے پیچھے چلنے پر مجبور کر دے اور اس دنیا کی ہاؤ ہو میں سے کھینچ کر لاکھوں دلوں کی دھڑکنوں کو اللہ کے نام سے آشنا کر دے تو یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

ہم اسی بات سے بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ ہمیں سالوں بیت گئے ہیں اللہ اللہ کرتے اور ہمارے لئے راستہ بھی شیخ اکرم رحمت اللہ عالی علیہ نے متعین فرما دیا ہے ہمارے پاس وسائل بھی ہیں ہمارے پاس موٹریں گاڑیاں تعلقات میل جول واقفیت شہرت بہت سے وسائل ہیں۔ ان سب وسائل کے ہوتے ہوئے ہم اپنی اپنی کارکردگی پر نظر کریں تو ہم نے کتنے لوگوں کو درد آشنا کر دیا بلکہ ہم سے بیشتر احباب کا حال تو یہ ہے کہ ابھی تک ہم سے اپنا وجود نہیں سنبھالا جائے یعنی سالوں بیت گئے ابھی تک ہم اس مقام پر نہیں پہنچے کہ اپنے آپ سے تو بے فکر ہو جائیں کہ اپنے وجود کم از کم اپنی ذات تو سیدھی چلتی رہے بلکہ ہم ابھی تک اپنی ذات کو قائم رکھنے کے لئے دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں کہ یہ مجھے کوئی مدد دیتا تو میں سیدھا چل سکتا۔

پچھلے دنوں مجھے ایک ساتھی کا خط آیا کہ میں اعتکاف میں رہا تھا قابقا تک میں نے مراقبات بھی کر لئے تو اب میری مشکل یہ کہ تہجد کے لئے نیند نہیں کھلتی آپ دعا کریں تو میں نے اسے جواب میں لکھا۔ مجھے تمہارا خط پڑھ کر کوئی خوشی نہیں ہوئی۔ بلکہ اسی بات پر دکھ ہوا ہے کہ یہ اتنی عظیم نعمت کیوں ہم اسے پھینک رہے ہیں ضائع کر رہے ہیں۔ جس پر لوگوں نے عمریں صرف کیں اور اسے ترستے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے اگر تمہیں چند دنوں میں نصیب ہو گئی ہے تو تم اتنا نہیں کر سکتے کہ چند لمحے نیند کے قربان کر کے اپنے دل کو اپنے سینے کو انوارات باری سے روشن کر لو۔ اگر اس کے لئے بھی مجھے ہی تمہارے ساتھ لٹھ لے کر پھرنا ہے

تو چھوڑ دو اسی شغل کو تم کوئی دوسرا کام اختیار کر لو جس میں تمہارا جی لگتا ہے تمہارا دل لگتا ہے تو اتنی کمزوری طبائع اور مزاجوں میں آگئی ہے۔

تو آپ اس شخص کی محنت کا اندازہ لگائیں ایک اصول ہے آپ یاد رکھیں کہ جب شیخ سلسلہ میں تساہل و سستی آجائے تو سارے سلسلے میں نیچے تک چلی جاتی اور اگر اس کی قوت ارادی مضبوط ہو اور وہ شخص محنت کرے تو تمام سلسلے کے لئے محنت آسان ہوتی چلی جاتی ہے۔ تو آپ حضرت جی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کے مجاہدے ان کی محنت اور ان کے عزم کی پختگی اور ان کی جدوجہد کا اندازہ اس بات سے کر لیں کہ واقعی ایک شخص نے ایک زمانے کو ایک طرف متوجہ کر کے چھوڑا اور اتنا کام کیا ہے کہ تاریخ کی جرات نہیں ہے کہ آپ کو فراموش کر سکے۔

انسانی مزاج ہے انسان ایک بڑا بودا ساعذر تراشتا ہے کہ دیکھو جی ہم تو کمزور لوگ ہیں ہم سے کیا ہو سکتا ہے ایسی بات نہیں ہے ہر شخص کو اللہ نے ہمت اور عزم دے کر پیدا کیا اور وہ معلق ہے اس سے کام لینے کا۔ اب اگر کسی سپاہی کو میدان جنگ میں ہتھیار دے دیئے جائیں اور وہ اسی لئے رکھ دے کہ جی میں تو کمزور آدمی ہوں میری گولی کیا اثر کرے گی۔ تو اسے کبھی شاباش نہیں دی جائے گی۔ بلکہ جواب طلبی کا اندیشہ بہت زیادہ ہے اسی لئے یہ کوئی اعتراض یا عذر نہیں ہے کہ جی ہم تو کمزور ہیں ہم کیا کر سکتے ہیں آپ کمزور نہ ہوں آپ طاقتور ہوں۔ اسی لئے کہ جب آپ نے اللہ کی طلب کا راستہ اپنایا ہے تو اللہ کریم اور اس کی رحمت آپ کے ساتھ ہے اور جسے بعیت باری نصیب ہو جسے اللہ جل شانہ کی امداد نصیب ہو وہ کبھی کمزور نہیں ہوتا تو یہ کمزوری ہمارے ارادے کی ہمارے عزم کی ہو سکتی ہے۔ حقیقی کمزوری نہیں ہے۔

تو حضرت جی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی اس معاملے میں اور اس راستے میں ایک روشن سورج کی طرح ہمارے سامنے ہے اللہ کریم آپ پر کروڑوں کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور آپ کے جاری کردہ دریا کے سوتے ابدالاباد کو سیراب کرتے ہیں۔

—— حدیث ابوہریرہ ﷺ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے بستر پر جائے تو اسے چاہیئے کہ پہلے بستر کو اپنے تہ بند سے جھاڑ لے کیونکہ اسے نہیں معلوم اس کے پیچھے اس پر کیا چیز آئی پھر کہے: بِاسْمِكَ رَبِّ! وَضَعْتُ جَنْبِي، وَبِكَ أَرْفَعُهُ. إِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ الصَّالِحِينَ.

(اے میرے مالک! میں تیرے ہی نام سے اپنا پہلو بستر پر رکھ رہا ہوں اور تیرا ہی نام لے کر اسے بستر سے اٹھاؤں گا۔ اگر (آج) تو میری روح قبض کر لے تو اس پر رحم فرمائیو اور اگر تو اسے آزاد کر دے تو اس کی اس طرح حفاظت فرمائیو جیسے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے)

اخرجہ البخاری فی: کتاب ۸۰ الدعوات: باب ۱۳ حدثنا احمد بن یونس

آپ نے پوچھا

سوال:۔ قرآن میں ہے کہ جو لوگ اللہ و رسول کے خلاف فیصلے کرتے ہیں وہ کافر اور فاسق ہیں تو ہمارے ملک میں کوئی قانون اسلامی نہیں ہے تو پھر ہم کیا ہیں۔

جواب:۔ ہمارے فاسق ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں۔ کس کو شبہ ہے اگر کوئی شخص یہ نیت بھی نہیں رکھتا خلوص کے ساتھ کہ ملک میں اسلام نافذ کیا جائے تو اس کے فاسق ہونے میں کسی کو کوئی شبہ نہیں اسے خود بھی تسلی ہونی چاہئے کہ وہ پرلے درجے کا فاسق اور بدکار ہے۔ خواہ وہ تہجد خوان ہو' خواہ وہ تبلیغ پہ چلے لگاتا ہو' خواہ وہ ذکر اور مراقبے کرتا ہو۔ ہاں جس کے نیت میں ہے اس کے لئے جو بس میں ہے دین پر عمل بھی کرتا ہے اپناتا بھی ہے جتنا بھی بس میں ہے کوشش بھی کرتا ہے۔ دوسروں کو بھی کہتا ہے تو وہ اپنی حد تک کوشش کرنے کا مکلف ہے اللہ اس کی کوشش قبول فرمائے تو وہ کم از کم مجاہد شمار ہوگا کہ اس راستے کا مسافر ہے نفاذ دین کے لئے کام کر رہا ہے جو غیر اسلامی نظام کو قائم رکھنے پر مصر ہیں۔ میں انہیں کافر کہنے کی جرات نہیں کرتا لیکن انہیں خود تحقیق کرنی چاہئے ان کا ایمان خطرے میں ہے۔ ان کا مسلمان ثابت ہونا آسان نہیں ہے۔ اسلام کے نظام کا راستہ روک کر یا اسلام کو وحشیانہ نظام کہہ کر یا اسلامی قوانین کا تمسخر اڑا کر یا اسلام کو ناقابل عمل کہنا یہ سیدھا سیدھا کفر ہے۔ لیکن کسی ایک شخص کا نام لے کر اسے کافر کہنے کی جرات نہیں ہوتی کہ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ سب کو ہدایت دے اور جو اس طرف ہیں انہیں خود سوچنا چاہئے کہ ہم کیا کر رہے ہیں چوں کہ سب سے بڑا کفر جو ہے وہ دین کا راستہ روکنا ہے تو ہمیں یہ فکر کرنی چاہئے کہ اگر میری اپنی ذاتی رائے میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ہمارے دل میں یہ ارادہ بھی نہیں ہم اس کے لئے کچھ بھی کر نہیں پا رہے تو پھر ہمارے فاسق ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں اللہ ہمیں کفر سے بچائے اور اگر خلوص کے ساتھ ہم اس کے لئے کوشاں ہیں کہ اللہ کرے دین اسلام نافذ ہو اور کافرانہ نظام کی بساط لپٹ جائے تو پھر اللہ قبول فرمائے تو پھر ہم فسق کی زد سے بچ سکتے ہیں۔

سوال:۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ کائنات کے ذرے ذرے پر حضورؐ کو تصرف حاصل ہے ایک بریلوی مسلک کے امام کے خطبے کے الفاظ۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضورؐ محفل نعت میں تشریف فرما ہیں میری نعت سن رہے ہیں ایک نعت خوان کے الفاظ

جواب:۔ اصل بات یہ ہے کہ دین ہے حضورؐ کے اتباع کا نام اور اپنی طرف سے یہ سمجھ کر کہ ایسا کہنے میں شائد زیادہ عظمت ہے نبی کریمؐ کی کہ میرا اظہار محبت

اس انداز سے زیادہ پسند کیا جائے گا یہ نادانی ہے۔ اس بارگاہ میں محبت ہو یا عشق یہ سارے آداب کے اور اطاعت کے پابند ہیں حضورؐ کی بارگاہ ایسی ہے جہاں نہ عشق بے خود ہے اور نہ محبت خود سر ہے یہ بھی ضابطوں کے پابند ہیں اور اس بارگاہ کے ضابطے خود رب کریم نے ارشاد فرمائے ہیں۔ یہ بیچارے لوگ جو اس طرح کہتے ہیں یہ سادے ہیں انہیں اسلامی عقائد کی صحیح سمجھ ہی نہیں آئی دعا کی جاسکتی ہے ان کے لئے کہ اللہ صحیح سمجھ عطا فرمائے یہ نادانی ہے برے لوگ نہیں ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح ہم زیادہ اظہار محبت کرتے ہیں۔ مثلاً" اسی نعت خوان کو لے لیں۔ اب یہ زبان سے تو کہہ رہا ہے کہ حضورؐ اس مجلس میں موجود ہیں لیکن جس طرح وہ گلا پھاڑ پھاڑ کر وہ چلا رہا ہے۔ اس سے سمجھ آتی ہے کہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ یہاں کوئی بھی نہیں یعنی اگر واقعی کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ جہاں ہم بیٹھے ہیں نبی کریمؐ بھی تشریف فرما ہیں تو کیا ہم اس طرح بے تکلفی سے بات کر سکیں گے یا گلا پھاڑ پھاڑ کر شعر پڑھ سکیں گے تو اس کا عمل یہ بتا رہا ہے کہ اس کا عقیدہ یہ نہیں ہے جس زور زار سے پڑھ رہا ہے شعر اور جو کچھ وہ کرتب دکھا رہا ہے بازو اوپر جاتے ہیں نیچے جاتے ہیں تو اس سارے سے سمجھ آتی ہے کہ وہ اس کا عقیدہ نہیں ہے ویسے ہی سادگی سے کہہ رہا ہے اور اگر یہ عقیدہ ہوتا کہ یہاں حضورؐ موجود ہیں تو اسی طرح شور کرتا یا کسی کی جرات ہے حضورؐ کے سامنے اس طرح سے شور کرے تو میری ذاتی رائے میں تو یہ لوگ جو ہیں یہ اچھے لوگ ہیں بیچارے اور خلوص دل سے مسلمان ہیں۔ اللہ کی توحید پر، رسولؐ کی رسالت پر، آخرت پر، دین پر کتاب اللہ پر ان کا ایمان ہے اب ایمان کی یہ وضاحتیں کہ اوصاف باری جو ہیں انہیں نبی کی طرف منسوب نہ کیا جائے۔ کمالات نبوت جو ہیں وہ الگ چیز ہیں اور اوصاف باری جو ہیں وہ اللہ کے لئے مختص ہیں اور نبیؐ اس بات پر خوش نہیں ہوتے کہ ان میں وہ کوئی اوصاف ماننا شروع کر دے جو اللہ کے لئے مختص ہیں یہ یہی بات تو حضورؐ نے ساری دنیا کو سمجھائی کہ اللہ کی صفت کسی غیر اللہ میں نہ مانو۔ جو مقصد آپ کی بعثت کا ہے اس کی بنیاد اسی بات پر تھی کہ اللہ کی ذات میں۔ اس کی صفات میں کسی طرح بھی کسی کو شریک نہ کرو۔ ایک اور بڑی مصیبت ہے علماء کا اختلاف جو ہوتا ہے وہ علمی ہوتا ہے اور وہ جو بات کرتے ہیں وہ حدود کے اندر رہ کر کرتے ہیں ان سے سن کر آگے جو لوگ کرتے ہیں پہلے تو وہ ان کی بات صحیح سمجھ نہیں پاتے پھر جب اپنی اس میں عقل سے سمجھ کر اسے آگے بیان کرتے ہیں تو وہ تماشہ بن جاتا ہے مثلاً" اگلے دن کسی ساتھی نے سوال بھی کیا تھا مسئلہ حیات النبیؐ پر مولانا غلام اللہ خان مرحوم کا جو بیان تھا یا ان کی جو باتیں تھیں یا ان اس پر جو سوال تھے۔ وہ علمی نوعیت کی باتیں تھیں اور یہ باتیں متقدمین سے چلی آرہی ہیں کتابوں میں موجود تھیں اور اللہ معاف فرمائے مولانا نے یہ زیادتی کی میں یہ سمجھتا ہوں انہوں نے یہ زیادتی کی کہ یہ جو علمی باتیں علماء کے درمیان کتابوں میں تھیں انہوں نے سٹیج پر بیان کر دیں۔ سٹیج پر بیان کرنے سے یہ نقصان ہوا کہ نیم مولوی نے یا کم پڑھے لکھے آدمی نے وہ باتیں سنی تو پہلے تو اس کی وہ علمی استعداد ہی نہیں تھی کہ ان باتوں کو سمجھتا تو پھر جب اس نے ان باتوں کو بیان کیا تو وہ بے ادبی اور گستاخی کی حد تک آگے چلا گیا یہ نقصان ہوا ان باتوں کو سٹیج پر لانے میں اور بہت سے لوگ جو ہیں وہ جب اعتراض یوں سمجھ آتی ہے کہ اس شخص کا حضورؐ کی رسالت پر یا آپؐ کی عظمت یا نبوت پر یا حضورؐ کے ادب و احترام کو یہ خاطر میں نہیں لاتے اب وہ اپنی طرف سے اسلام کی خدمت کر رہا ہے۔ چلو یہ باتیں نادانی سے ہوتی ہیں اگر سمجھایا جا سکے تو یہ لوگ فتویٰ سے سمجھنے والے نہیں ہوتے بلکہ میں نے یہ دیکھا ہے کہ

یہ بریلوی اس مکتب فکر میں جو حضرات ان آگے چھوٹی چھوٹی باتوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ یہ بڑے مخلص لوگ ہوتے ہیں اور یہ بڑی اچھی طرح بڑی جلدی' بڑی آسانی سے سمجھ جاتے ہیں اس لئے کہ یہ گستاخی کا تصور ان کے پاس نہیں ہوتا جو کچھ بھی کرتے ہیں اسے ادب سمجھ کر کرتے ہیں۔ تو اصلاح کی گنجائش زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن جو اس طرف نکل جاتے ہیں اعتراضات کی طرف وہ نسبتاً" ہارڈ اور وہ سخت قسم کے لوگ ہو جاتے ہیں اور وہ کم ہی سمجھتے ہیں۔ بہر حال یہ باتیں درست نہیں ہیں۔ ان سے توبہ کی جانی چاہئے اور چاہیے کہ مسلمانوں کو بندہ پیار سے محبت سے' درد دل سے سمجھا سکے ان کی بہتری کے لئے۔ جس کسی کو بچایا جا سکے اس میں کرنا چاہئے۔

سوال:۔ تاریخ اسلامی کی ایک مستند کتاب سے صحابہ خود جو علمائے دیو بند کی لکھی ہوئی ہے اس میں حضرت امیر معاویہ کی طرف داری کرنے پر۔ حضرت عمرو ابن العاص کے متعلق بڑے نازیبا الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟۔

جواب:۔ یہ علمائے دیو بند نے اس طرح کی تصانیف نہیں لکھیں یہ بعد میں آکر جو لوگ ایک الگ راہ کے پیدا ہوئے اور انہوں نے علمائے دیو بند پر متقدمین پر بھی فتوے لگائے یہ ان لوگوں کی تصنیفات ہیں اور وہ خود کو بھی دیو بندی ہی کہتے ہیں۔ میں نے اگلے دن بھی عرض کیا تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے باہمی اختلافات جو تھے انہیں علمائے حق نے مشاجرات صحابہ لکھا ہے۔ مشاجرہ شجر سے مشتق ہے درخت شجر کا مطلب ہوتا ہے درخت مشاجرہ کا مطلب ہوتا ہے جس طرح درخت کی ٹہنیاں ایک دوسرے میں الجھ جاتی ہیں اور درخت کی ٹہنیوں کے الجھنے سے اس کا سایہ گھنا ہو جاتا ہے صحابہ کے ایک دوسرے کے ساتھ اختلافات سے علمائے حق نے یہ مطلب لیا ہے جو ارشاد نبویؐ تھا یا ایک جو آیہ کریمہ تھی اس کے جو مختلف پہلو بنتے تھے وہ سارے پہلو سامنے آگئے اور بعد میں آنے والوں کو زیادہ فائدہ ہوا سایہ گھنا ہو گیا۔ اس لئے انہیں فساد کوئی نہیں لکھتا۔ انہیں مشاجرات لکھتے ہیں اب مشاجرات صحابہ میں ہم ایک صحابی کا فریق بن کر دوسرے پر اعتراض کریں تو ہمیں یہ زیب نہیں دیتا ہماری یہ جرات نہیں ہے آپس میں وہ ایک دوسرے سے بات کریں تو ایک منصب کے ایک مقام کے لوگ ہیں اور پھر کسی صحابی سے آپ یہ توقع نہ رکھیں کہ اس نے کسی دوسرے کے خلاف نازیبا زبان استعمال کی ہو۔ صحابہ سے تو یہ تک ثابت نہیں۔ کہ انہوں نے کفار کے خلاف نازیبا زبان استعمال کی ہو۔ ان لوگوں کا جو حال تھا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ بہت لمبی عمر پانے کے بعد شہید ہوئے اسی نوے کے درمیان چوراسی پچاسی سال عمر تھی ان کی اور لڑکپن جوانی تھا جب حضورؐ پر ایمان لائے اور بیعت سے بہرہ ور ہوئے تو فرمایا کرتے تھے کہ جب سے میں نے بیعت کی ہے۔ تب سے لئے کر اب تک پھر میرا دایاں ہاتھ جو ہے اس نے میری شرمگاہ کو مس نہیں کیا۔ کسی حالت مجبوری میں بیماری میں خارش کے لئے۔ کسی ضرورت کے لئے میں نے اپنے ہاتھ کو مجھے شرم آتی ہے کہ اس ہاتھ سے میں نے نبیؐ کا ہاتھ مس کیا۔ اب ایسے لوگوں پر بیٹھ کر ہم اعتراض کرنے لگیں۔ وتر کی ایک رکعت میں ان کی عادت تھی۔ "الحمد" سے شروع کر کے "والناس" پر رکوع کرتے۔ اتنے مناسب جلیلہ ذوالنورین۔ خلیفہ ثالث اور مجاہدہ اس طرح کا کرتے تھے تو جن لوگوں نے براہ راست نبیؐ سے استفادہ کیا۔ عمریں بسر کر دیں در اقدس پر۔ دو دو بیٹیاں حضورؐ نے اس بندے کے عقد میں دیں اور فرمایا کہ اللہ کی قسم اگر میری کوئی اور بیٹی ہوتی تو میں وہ بھی عثمان کے عقد میں دیتا۔ جب دوسری بیٹی فوت ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اگر میرے کوئی اور بیٹی ہوتی تو پھر عثمان کے عقد میں دیتا

اب اعتراض کرنے والے کو دیکھو تو وہ اس طرح کی تصویر بناتا ہے۔ جس طرح ہمیں یوں نظر آتا ہے جیسے کوئی پیپلز پارٹی کا جیالا ہو۔ یہ تو زیادتی ہے بیوقوفی ہے اور وہ ہماری طرف داری سے بلند و بالا ہیں۔ ہم کسی کی طرفدار، کسی کی مخالفت یہ راستہ شیعہ کا نکالا ہوا ہے اور شیعہ ایک تنظیم ہے جو یہود نے (ANTI ISLAMIC MOVEMENT) اسلام کے خلاف ایک تحریک بنائی تھی شیعہ کوئی مذہب نہیں ہے تو اس میں احتیاط چاہئے۔ تمام صحابہ کا ادب لازم ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے "اصحابی کا النجوم" میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ اوکما قال رسولؐ اللہ جس کا اتباع کر لو گے ہدایت پاؤ گے۔ ان میں سے ہم اگر کسی کو حضرت امیر معاویہؓ کی رائے منظور نہیں عمرو بن العاص کی رائے منظور ہے تو اسکا اتباع کر لے۔ حضرت علی کی پسند ہے تو اس کا اتباع کر لیں۔ جس کا اتباع کر لے وہ پہنچے گا حق پر۔

سوال:۔ گھروں میں ہر جمعرات کو ختم دلایا جاتا کیا یہ جائز ہے؟۔

جواب:۔ یار پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر تو بندہ خود روز تلاوت کرتا ہو اور مزید برکت کے لئے چاہئے کہ لوگ بھی اس کے گھر تلاوت کریں پھر تو ختم دلانے کی بات سمجھ میں آتی ہے اور یہ ختم دلانا کہ زندگی بھر خود تو نہ پڑھنا۔ دو چار بندے بلا کر ان سے پڑھا دیا جائے اور یہ ٹوٹل پورا ہو جائے یہ درست نہیں۔ یہ تو ویسے ہی بد معاشی ہے۔ یہ کون سی دینداری ہے کہ زندگی بھر قرآن کو خود دیکھو نہیں اور دو چار بندے بلا کر انہیں کھانا کھلا کر ان سے پڑھوا دو اور وہ ٹوٹل پورا ہو گیا۔ تو میرے خیال میں یہ دیانت داری نہیں ہے اور جو خود پڑھتے ہیں وہ کوئی نہیں کسی کو گھاس ڈالتے کہ کسی کو بلا کر پڑھائیں یہ بات ہے جو تجربے کی ہے یا جو سامنے ہے۔ ختم دلانا ویسے کوئی منع نہیں ہے شرعاً جائز ہے اگر ختم برکت کے لئے یا بیمار کے علاج کے لئے دلایا جائے تو قاعدہ فقی یہ ہے کہ آپ اگر ختم پڑھنے والا اجرت طلب کرے تو اس کا حق بنتا ہے۔ مثلاً کسی نے مکان بنایا وہ کہتا ہے ختم دلاؤں کہ اس میں برکت ہو گی گاڑی خریدی، ٹرک خریدا اس پہ قرآن کا ختم پڑھ دو برکت ہو کہ یا بیمار ہے قرآن کا ختم پڑھوا سے صحت ہو جائے تو وہاں علاج مطلوب ہے اور اگر کوئی کہے جی اتنے پیسے دو تو وہ علاج کے پیسے ہیں اور وہ جائز ہے وہ ختم کے نہیں۔ اگر ختم اس غرض سے پڑھایا جائے کہ کسی مرنے والے کو ایصال ثواب کرنا ہے تو اس پر اجرت حرام ہو گی۔ وہ بندہ پڑھے جسے اجرت نہیں چاہئے۔ نہ وہاں سے کھانا کھائے۔ نہ ان سے پیسے لے فی سبیل اللہ پڑھ کر ایصال ثواب کر دے اور جو فی سبیل اللہ نہیں پڑھ سکتا وہ نہ پڑھے کہہ خود پڑھ لو مجھے فرصت نہیں۔ ختم کا قاعدہ یہ ہے جہاں ایصال ثواب چاہئے وہاں کوئی دنیاوی ایوارڈ یا دنیاوی اجرت جو ہے وہ جائز نہیں ہو گی ۔ دنیاوی اجرت لے گا تو ثواب نہیں بنے گا وہ ایک دوسرے کا بدلا اس نے قرآن پڑھ دیا اس نے کھانا کھلا دیا ادلا بدلا برابر ہو گیا۔ ثواب کے لئے پڑھ کر اس پر اجرت لی جائے وہ درست نہیں ہو گا۔ علاج کے لئے اگر پڑھتا ہے تو وہ اجرت تلاوت کی نہیں ہو گی وہ اجرت علاج کی ہو گی۔ نبیؐ کے زمانے میں صحابہ سفر پر تھے تو ایک قبیلے کے پاس سے گزرے تو کسی نے آواز دے کر بلا لیا کہ ہمارے آدمی کو سانپ نے کاٹا ہے اگر آپ اس پر کوئی منتر پڑھ دیں۔ تو ایک صحابی نے دم کر دیا وہ ٹھیک ہو گیا۔ انہوں نے غالباً بیس یا کتنی بکریاں نذر کیں اس علاج کی اب سوال یہ پیدا ہوا پڑھا تو قرآن تھا اور دم کر دیا اور اللہ نے صحت دے دی یہ بکریاں لینا جائز ہے تو طے یہ ہوا کہ بھائی لے لو چلتے ہیں بارگاہ نبویؐ میں حضورؐ سے فیصلہ کرالیں گے۔ وہ بکریاں لے کر جب مدینہ منورہ پہنچے تو حضورؐ سے گذارش کی تو آپ نے فرمایا

بھئی وہ تو علاج کا انہوں نے معاوضہ دیا وہ تو جائز ہے ان میں میرا حصہ بھی رکھو اور پوچھا پڑھا کیا تھا۔ انہوں نے کہا میں نے سورت فاتحہ پڑھی تھی فرمایا تمہیں کس نے کہا کہ یہ دم بھی ہے یا رسول اللہ ویسے میں نے سورت فاتحہ پڑھ کر پھونک مار دی اور وہ ٹھیک ہو گیا۔ تو فرمایا یہ علاج کا معاوضہ ہے۔ یہ قرآن کے پڑھنے کا نہیں اس میں میرا حصہ بھی رکھو۔ تو ختم اگر علاج کے لئے، برکت کے لئے پڑھایا جائے پڑھنے والے کی مرضی ہے کہ وہ طے کر کے اجرت لے لے یا اجرت نہیں لیتا آپ محض دعوت کھلا دیتے ہیں وہ راضی ہو جاتا ہے یہ سارا درست ہے جائز ہے۔ لیکن اگر اس طرح سے ختم پڑھانا کہ خود ساری زندگی قرآن نہ پڑھنا پڑے کوئی پڑھ جائے یہ بدمعاشی ہے۔ ضرورت کے لئے بیمار کے لئے، برکت کے لئے وہ تو درست بات ہے۔ خود قرآن کریم پڑھنا چاہیے۔ سمجھنا چاہیے۔ کوشش کرنا چاہیے اور یہ جو جمعرات کی تعین ہے یہ درست نہیں ہے۔ کوئی جمعرات، کوئی بدھ وار، کوئی جمعہ ختم پڑھنے کے لئے، کوئی دن، کوئی رات، کوئی گھڑی، کوئی لمحہ متعین کرنا درست نہیں ہے جب موقع ہو جب جی چاہیے پڑھ لو۔

سوال:۔ وڈیو گیمز کا کاروبار جائز ہے یا نا جائز؟۔

جواب:۔ اب یہ جب تک یہ سسٹم تبدیل نہیں ہوتے اور نظام اسلامی نہیں آتا تو ان چیزوں پر آپ پابندی لگا نہیں سکتے۔ جب آپ ان چیزوں کو روک نہیں سکتے تو آپ ایک بے شمار مخلوق کو بے روزگار کر کے انہیں متبادل روزگار بھی نہیں دے سکتے۔ اب بینکوں میں سریع سودی کاروبار ہوتا ہے۔ سود کا صرف لینا دینا ہی حرام نہیں۔ سود کی گواہی دینا اس کا لکھنا پڑھنا سارا حرام ہے۔ اب بینکوں میں جتنے لوگ کام کرتے ہیں، انہیں نوکری چھڑا دیں وہ کہاں جائیں گے۔ تو جو موجودہ حالت ہے اس حال میں اگر کسی کو وڈیو گیمز کا کاروبار بھی گلے پڑ گیا ہے تو وہ کوشش یہ کرے کہ بے حیائی پھیلانے والی یا بری جو فلمیں ہیں۔ ان سے اعتراض کرے۔ تاریخی فلمیں رکھ لے گیمز کی رکھ لے اور بہت سی اس طرح کے بہت سے شعبے ہیں۔ جو بڑے مقبول بھی ہیں اور بڑے بکتے بھی ہیں کوئی ضروری نہیں کہ اس میں بے حیائی کی فلمیں ہی ہوں تو بہرحال آپ اسے کلی طور پر بند نہیں کر سکتے لوگوں کو متبادل اس کا کوئی مہیا نہیں کر سکتے۔ صرف کسی کام کو جو بند کرتا ہے جو وہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس کا متبادل راستہ صحیح درست راستہ (WAY OUT) دینا چاہئے اگر نہیں ہے تو پھر کسی کی ایک مجبوری ہے۔ جو مجبوراً" کر رہا ہے۔

سوال:۔ اسلامی ریاست کے حصول کے لئے اس کی تگ و دو اسکی باگ ڈور سنبھالنا یہ سنت رسولؐ اور سنت خلفاء راشدین رضوان اللہ اجمعین ہے پھر اقتدار اختیارات کا صحیح استعمال انسانیت کے لئے جتنا فائدہ مند ہے وہ بے دست وپا ہونے کی صورت میں ممکن نہیں۔ صوفیا اولیا کرام اس راستے سے کیوں آج تک اجتناب کرتے رہے؟۔

جواب:۔ اجتناب تو نہیں کرتے رہے۔ یہ بات درست نہیں ہے۔ بہت سے صوفی بڑے معروف امراء بھی گزرے ہیں بلکہ آپ کے اس برصغیر کے حکمرانوں میں اورنگ زیب عالمگیر بہت بڑے صوفی تھے۔ سلطان شمس الدین التمش بہت بڑی ولی اللہ تھے اور لوگ بھی ہوں گے کوئی ضروری نہیں کہ جن کے ہم نام جانتے ہیں وہی ہیں۔ سید احمد شہید رحمتہ اللہ علیہ بہت بڑے صوفی تھے شاہ اسماعیل شہید رحمتہ اللہ علیہ بڑے صاحب بزرگ تھے میدان کارزار میں جانیں دیں ہر طرح کے لوگ تھے اور جو میدان میں نہیں جا سکے وہ بھی ساری زندگی انسان سازی کرتے رہے اور ہر بندہ ہر کام کا نہیں ہوتا۔ ایک بندے میں استعداد ہی درس و تدریس کی ہے تو وہ صوفی بھی بن جائے گا تو صوفی مدرس ہی بنے گا وہ صوفی سپاہی نہیں بن جائے گا۔ ایک بندے میں صلاحیت ہے امارات

کی تو وہ صوفی بن جائے گا تو صوفی ہو کر بھی وہ امارت کرے گا۔ ایک بندے میں جو فطری صلاحتیں ہیں صوفی بننے سے اس کی اسی صلاحیت کو اور مزید تقویت ملتی ہے وہ نہیں بدلتی تو جو صوفی میدان عمل میں نہیں جا سکے ان سے آپ یہ انکار نہیں کر سکتے کہ ساری زندگی انہوں نے انسانیت سازی نہیں کی۔ انسان سازی نہیں کی وہ انسان بناتے رہے اور ان کے بنائے ہوئے انسانوں نے انقلاب بپا کر دیئے اب حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اقتدار تو نہ سنبھالا لیکن صاحب اقتدار کو توبہ کرا کے چھوڑی۔ وہ اس فیلڈ کے بندے تھے۔ وہ شائد تگ و دو کرتے چاہتے تو بادشاہ سے اقتدار بھی چھین لیتے لیکن وہ ان کے مزاج کے مطابق نہیں تھا اور یہ ان کا مزاج تھا کہ پورے برصغیر میں صرف اکیلا بندہ اڑ گیا اور بادشاہ کو بھی توبہ کرا کے چھوڑا۔ اب اکبر کے زمانے سے آ رہا تھا اور بے شمار لوگ تھے بڑے بڑے علماء تھے کوئی نہیں روک سکا تو یہ ہر بندے کی اپنی فطری جو صلاحتیں ہیں تصوف میں آکر اس کی وہ صلاحتیں زیادہ پالش ہو جاتی ہیں اور اس شعبے کا بندہ بن جاتا ہے تو صوفیوں نے یہ ضرور کیا کہ وہ انسان سازی کرتے رہے ۔ انقلاب اسلامی کی بات کرتے رہے۔ اس تحریک کو انہوں نے زندہ رکھا اس کے لئے محنت کرتے رہے۔

سوال:۔ دوران نماز درود ابراہیمی پڑھتے وقت اگر روضہ اطہر کا تصور کر لیا جائے تو شرعاً تو حرج نہ ہو گا؟۔

جواب:۔ تصور کرنا درست نہیں ہے اور ہمارے سلسلے میں ویسے بھی تصور کی کوئی گنجائش نہیں اور عمداً" تصور کرنا درست نہیں ہے اور فطری طور پر درود شریف پڑھتے ہوئے جو خیال آتا ہے وہ مباح ہے لیکن ارادتاً" تصور کرنا درست نہیں ہے۔

سوال:۔ نور و بشر کی حقیقت کتابچہ میں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ذاتی نور ہے دوسرا اللہ تعالیٰ نے نور پیدا کیا جس سے نورانی مخلوق پیدا فرمائی اور بنی نوع انسان میں بھی مراتب کے ساتھ نور ڈالا گیا ہے آپ کے صحیح الفاظ یاد نہیں مطلب یہی ہے وضاحت فرمائیں درود و تاج میں جو "نور من نور اللہ" اس کے الفاظ میں وہ جائز ہیں کہ نہیں ؟۔

جواب:۔ اگر یہی ایمان ہو کہ اللہ جل شانہ نے جو نور پیدا کیا وہ آپ کی ذات سب سے اعلیٰ ہے اس میں یہ تو ہمارا ایمان ہے "نور من نور اللہ" سے مراد بھی یہی ہوتی ہے کہ اللہ کی طرف سے نور کی حیثیت سے آپ کو پیدا کیا گیا اور کرۂ ارض پر جتنا نور یا جتنی روشنی ہے۔ اس میں سب سے اعلیٰ نور اور سب سے اعلیٰ روشنی کائنات میں اللہ کے بعد حضورؐ کی ذات ہی ہے۔ لیکن اگر آپ کی ذات کو ذات باری کے ساتھ حصے دار' اور شریک بنا لیا جائے اور اللہ کے ذات کا حصہ قرار دیا جائے تو وہ مشرک ہو جائے گا۔ اب یہ پڑھنے والے پر منحصر ہے کہ وہ اس سے کیا مراد لے رہا ہے۔

سوال:۔ سنت کے مطابق کم از کم کتنی لمبر داڑھی ہونی چاہئے اگر کم ہو تو سنت کا ثواب ملے گا؟۔

جواب:۔ عموی قاعدہ جو ارشاد فرمایا جاتا ہے علماء کے ہاں وہ ہے ایک مشت ہے اور اب وہ جو مشت ہے اس میں اختلاف ۔ کوئی اس مشت کو تھوڑی کے نیچے رکھتا ہے اکثر اس مشت کو یہاں رکھتے ہیں جہاں سے داڑھی شروع ہوتی ہے۔ لیکن یہ بھی کوئی حتمی قاعدہ نہیں اجتہاد ہے علماء کا اب اس میں بہت بڑے بڑے علماء کو ہم نے دیکھا کہ ان کی داڑھیاں قدرے چھوٹی تھیں۔ بہت سے بزرگوں کو دیکھا ان کی داڑھیں بہت بڑی تھیں مولانا احمد علی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ جب کھڑے ہو کر تقریر کرتے تو وہ کپڑا سا چادر سا لپیٹے رہتے تھے لیکن بعض اوقات ان کی داڑھی اس چادر کے نیچے سے اس طرح عصا پر ہاتھ رکھے ہوتے تو ہاتھوں پر سے لٹکتی ہوئی ہاتھوں پر پڑی ہوئی نظر آتی تو مولانا دوست محمد قریشی مرحوم حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے دوست بھی تھے اور

بہت بڑے مناظر تھے شیعہ کے خلاف او ربہت بزرگ علماء میں سے تھے وہ یہاں تشریف لائے ہوئے تھے کبھی کبھی تشریف لاتے تھے یہاں میرے پاس بھی تو مولانا احمد علی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کی بات ہوئی تو وہ فرمانے لگے میں آپ کو ایک مزے کی بات سناؤں کسی ریلوے اسٹیشن کا ذکر انہوں نے کیا کہ وہاں ہمیں کچھ دیر گاڑی کے انتظار میں رکنا پڑا اور ایک ٹوٹی ہوئی سی چارپائی تھی بان کے بنی ہوئی تو مولانا اس پر لیٹے ہوئے تھے اور میں پاس بیٹھا تھا باتیں کر رہے تھے۔ میں نے کہا حضرت یہ آپ نے داڑھی کا کیا تماشا بنا دیا لوگ تو چھوٹی رکھتے ہے بھی کتراتے ہیں اور آپ داڑھی تو دھنی سے بھی نیچے لٹک رہی ہے تو یہ اتنی داڑھیاں کون اٹھائے پھرے گا۔ آپ کیا مصیبت پیدا کر دیتے ہیں۔ کہ لوگ تو رکھتے ہی نہیں آپ نہ اتنی بڑھا دی اتنی لمبی کون رکھے گا تو آپ کیوں اسے درست نہیں کرتے اور کاٹتے نہیں تو وہ فرماتے ہیں وہ کہنے لگے یار مولانا بات یہ ہے کہ میں ایک دفعہ شیخ کے پاس تھا تو میرے شیخ نے میرے داڑھی میں اس طرح انگلیاں پھیریں اور اس پر ہاتھ پھیرا تو میرا تب سے کٹانے کو جی نہیں چاہتا کہ کہیں کٹتے کٹتے بالوں کا وہ حصہ تو کٹ جائے گا جس پر شیخ نے ہاتھ پھیرا ہے اور نئے آنے والے رہ جائیں گے میں تو اس لئے نہیں کٹواتا یہ مولانا دوست محمد مرحوم نے مجھے بات سنائی تھی تو بھائی داڑھی بڑھانے پر تو شرعاً کوئی پابندی نہیں۔ کوئی حد نہیں ہے کہ اتنی بڑھائی جائے تو کٹانے کی جو دلیل میری نظر سے گزری ہے وہ یہ ہے کہ حضورؐ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا مسجد نبوی میں بے ترتیب داڑھی بکھری ہوئی پریشان تو آپ نے فرمایا تم اسے درست نہیں کر سکتے۔ یہ کیا صورت ہے کہ تم وحشی نظر آ رہے ہو۔ اگر بالکل بھی چھوٹی ہو اور آدمی استرے سے صاف کرنے سے بچ جائے تو کم از کم حرام سے بچ جاتا ہے چونکہ استرے سے کٹوانا حرمت شرعی میں داخل ہو جاتا ہے۔ سنت کے لئے عمومی قاعدہ جو ہے وہ مشت بھر کا ہے اگر کوئی تھوڑی سے نیچے سے نہیں کرتا تو کم ازکم ہونٹ سے تو مشت بھی کر ہی لے داڑھی زیور ہے مرد کا جس طرح سے کے بال خاتون کا اس کی خوبصورتی کا حصہ بھی ہیں۔ اسکی ذات کا حصہ ہیں اسی طرح داڑھی جو ہے یہ مرد کی ذات کا حصہ ہے اس کا زیور بھی ہے۔ اس کی وجاہت میں فائدہ کرتی ہے اضافہ کرتی ہے میں نے تو یہ دیکھا ہے کہ کوئی بدکار بھی بے دین بھی داڑھی رکھ لے تو داڑھی منڈانے سے اس کا چہرہ خوبصورت لگتا ہے کوئی بھی ہو اس میں دین ہو یا نہیں وہ اچھا ہے یا برا آدمی ہے جیسے اس کا چہرہ داڑھی منڈا کر ایسے لگتا تھا نا داڑھی رکھ لے تو اس سے زیادہ خوبصورت لگتا ہے یا ہمیں لگتا ہے یہ بھی ایک بات ہے ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے ہمیں زیادہ اچھا لگنے لگ جاتا ہے۔ دوسروں کو نہ لگتا ہو۔ لیکن بہرحال داڑھی ایک ایسی سنت ہے جو آدم علی انبیا علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر نبی سے ثابت ہے جتنے انبیاء کا حال ملتا ہے۔ ان میں کوئی نبی ایسا نہیں ملتا جس نے داڑھی منڈا دی ہو تو اس لئے علماء اس پہ زور دیتے ہیں اسے کہتے تو سنت ہیں لیکن فرائض کے قریب تر جو سنتیں ہیں ان میں سب سے چوٹی کی سنت اسے شمار کیا جاتا ہے تو کم از کم بندہ کوشش کرے کہ اس کا حلیہ تو سنت کے مطابق ہو۔ اللہ توفیق دے ظاہر بنانا جو ہے یہ آسان ہے باطن اس سے مشکل ہوتا ہے۔ ظاہر ہی نہ بن سکے گا تو باطن کیا خاک بنے گا۔

سوال:۔ گناہوں میں جو ہم گناہ کرتے ہیں تو بائیں والا فرشتہ لکھتا رہتا ہے اور جو نیکی ہے داہنے لکھتا رہتا ہے اگر میں داڑھی منڈا دوں **نعوذ باللہ من ولک** تو بائیں والا لکھنا شروع کر دے گا فاجر، فاسق داڑھی منڈا اب جب تک یہ کٹے گی تب تک وہ لکھتا رہے گا؟۔

جواب:۔ یہ ایک تصور ہے جی ان کے ہاں۔

کہ نامہ اعمال عصیاں ہو چکا سارا سیاہ۔ اب گناہ اعمال حسنہ میں لکھے جانے لگے۔ یہ جو روز منڈاتے ہیں ان کا خیال ہے کہ آخر اس بائیں والے کا دفتر ختم ہو جائے گا نا تو پھر یہ بھی دائیں طرف لکھنا شروع کر دیں گے ۔اِدھر کوئی کاغذ مذہی نہیں رہے گا لکھ لکھ کر۔ ہر طرف دانشور ہیں ناں تو اس دانشور نے کہا کہ نامہ اعمال عصیاں ہو چکا سارا سیاہ۔ اب گناہ اعمال حسنہ میں ادھر تو کاغذ ہی ختم ہو گیا اب ادھر ہی لکھیں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ برائی بہر حال برائی ہے وہ چھوٹی ہو یا بڑی اور چھوٹا گناہ جو ہے اسے مسلسل کرنے سے وہی بڑا ہو جاتا ہے کبیرہ ہو جاتا ہے جس طرح چھوٹا کنکر ہے لیکن آپ مسلسل کنکر جمع کرتے رہیں تو ایک چٹان کا بوجھ بن جاتے ہیں۔ لیکن اللہ کی رحمت اس سے وسیع تر ہے اور ہر آن موجود ہے کسی بھی لمحے کسی کو توبہ کی توفیق دے دے تو اس سارے کو مٹانے میں کوئی دیر نہیں لگتی۔

"التائب من الذنب کمن لا ذنب له" اوکما قال رسولؐ اللہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہے اور حسن ظن ہی رکھنا چاہئے بندوں کے ساتھ کہ اللہ توبہ کی توفیق دے دے۔ ظن وہ ظ کے ساتھ۔ حسن ظن کو زے نہ لکھ دیجئے گا کہ توبہ کی امید پر اور آپ کچھ سوار کر لیں۔

جیسے آج کل غازی ز سے لکھتے ہیں ناجی کسی زمانے میں تو زے ہوتے تھے ناں آج زے سے لکھتے ہیں۔ زیادہ ٹکر کھانے والا۔ غذا سے غازی بنا لیتے ہیں دب کے کھادا رج کے ستا۔ ایہہ کون ہے غازی پیا غذا کھا کے پیا تو ایک ایک نقطہ ایک ایک حرف جو ہے وہ مفہوم بدل دیتا ہے۔ ہم دعا لکھتے رہے اور وہ دوا پڑھتے رہے۔

اللہ کریم توفیق دے جی بھلائی کی۔ گناہ سے توبہ کی اور احساس گناہ دے دے اصل بات جو ہوتی ہے وہ احساس زیاں ہے اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ وہ علامہ مرحوم نے جو ارشاد فرمایا تھا۔ کبھی کبھی مجھے ایسے خیال آتا ہے کہ ہمارے لیکچر۔ ہمارے شعر اور ہمارا ادب جس پہ ہم زور لگاتے ہیں یہ شائد اس قوم کا علاج نہیں ہے اگر اس قوم کا یہ علاج ہوتا تو جتنا کام علامہ اقبال مرحوم سے اللہ کریم نے لیا ہے اور جس طرح انہوں نے قران و حدیث کی ترجمانی کی ہے۔ جس طرح انہوں نے مسلمان قوم کے امراض کی نشاندھی کی ہے اور جس طرح اس کے علاج تجویز کیے ہیں۔ ان کا ایک ایک شعر بعض اوقات بہت بڑھی لمبی بات کہہ جاتا ہے۔ لیکن اس قوم نے بھانڈ سے گوائے۔ کنجریوں سے گوائے ریڈیو پر گوائے گئے۔ ٹی وی پر گوائے گئے۔ ان کا ساز اور ان کے بنائے گئے سارے ٹیونیں بنائی گئیں۔ اسے گھاس کسی نے نہیں ڈالا کہ یہ کہتا کیا ہے۔ تو ایک شعر میں وہ فرماتے ہیں۔ کہ وائے ناکامی مطاع کاروان جاتا رہا۔ کہ اپنی اس ناکامی پہ بڑا دکھ ہوتا ہے کہ ہمارا جو مسلمان قوم کا قافلہ تھا تو اس کی دولت لٹ گئی۔ اس کی دولت تھی اخلاص فی الدین۔ اس کی دولت تھی اتباع پیغمبرؐ۔ اسکی دولت جو تھی وہ لٹ گئی "وائے ناکامی مطاع کاروان جاتا رہا" اور پھر کہتا ہے اس مطاع کا بھی اتنا افسوس نہیں تھا اصل دکھ اس بات کا ہے کہ۔

"کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا"

انہیں یہ خبر ہی نہیں کہ ہم لٹ گئے انہیں اس بات کا افسوس بھی نہیں کہ ہم کیا کھو چکے۔ یعنی اگر احساس زیاں زندہ ہوتا تو پھر اپنی دولت کو دوبارہ پانے کی سعی کرتے اور وہ کہتا ہے کہ اصل دکھ جو ہے وہ اس بات کا ہے کہ اب "کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا" تو اگر احساس زیاں بیدار ہو جائے اور اللہ پاک یہ شعور اور فکر پیدا کردیں کہ مجھے گناہ سے بچنے کی سعی کرنا چاہئے تو یہ بہت بڑی دولت ہے۔ اللہ کریم توفیق دیتے ہیں اور بندہ آہستہ آہستہ اصلاح پہ آ جاتا ہے اور اس راہ میں اگر موت بھی آجائے تو بھی اللہ کی رحمت

دستگیری فرماتی ہے کہ آخر چل تو نیکی کی طرف رہا تھا تو بہر حال اللہ توفیق دے عہد حاضر میں ادب کے معاملے میں۔ جتنا کام اللہ کریم نے علامہ اقبال مرحوم سے لیا ہے۔ اس کی نظیر نہیں ملتی چھوٹے چھوٹے شعروں میں اور صحیح وقت اور حالات کے مطابق نشاندہی بہت سے لوگوں نے کی علامہ اکبر الہ آبادی مرحوم نے طنزیہ اشعار میں بڑی کام کی باتیں کیں اور بہت قیمتی جواہر پارے مذاق مذاق میں انہوں نے بیان فرمائے لیکن لوگوں نے مذاق ہی اڑایا۔ سنجیدہ شاعری میں علامہ مرحوم نے بے شمار خوبصورت باتیں کیں قران و حدیث کے بے شمار راز بیان فرمائے اور خود ان پر بھی یہ عالم تھا کہ آخری وقت میں مزہ کی بات یہ ہے کہ وہ مولوی بن کر فوت ہوئے داڑھی تھی ان کی جب فوت ہوئے یار لوگوں نے داڑھی کی کوئی تصویر نہیں آنے دی۔ ہمارے صوفی حاجی خدا بخش منارے والے فرماتے تھے کہ میں جنازے میں شریک تھا۔

اور میں نے جنازے کے بعد جا کر چہرہ بھی دیکھا تھا داڑھی تھی تو آخری سالوں میں انہوں نے ایک کروڑ مرتبہ درود شریف پڑھا تھا اور میرے مطالعہ میں کروڑ بار پڑھنے والا وہی ایک شخص ہے شائد کسی اور نے بھی پڑھا ہو لیکن میں نے سنا نہیں پتا نہیں میرے علم میں نہیں۔ اب ایک بندہ جو مسلسل ایک کروڑ مرتبہ درود شریف پڑھتا ہے۔ بجائے خود اس میں درد دل اور احساس اور دینی شعور جو ہے بہت بلند ہو جاتا ہے چونکہ درود شریف دنیا و آخرت کی تمام امراض کا علاج۔ تمام ضرورتوں کے لئے۔ تمام طرح کی دعاؤں کے لئے ہر بھلائی کے لئے سب سے اعلیٰ دعا ہے۔ حدیث شریف کے مطابق جیسے دنیا و آخرت دونوں جہانوں کی ساری بھلائیاں چاہیں زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھا کرے۔ سارے وظائف چھوڑ دے۔ صرف درود شریف پڑھتا رہے۔ جتنے سارے وظیفے کرتا ان سب کی جگہ طرف درود شریف لسانی اذکار سب کی جگہ صرف درود شریف پڑھا کرے۔ تو علامہ مرحوم کے محاسن میں ہے کہ انہوں نے ایک کروڑ مرتبہ درود شریف پڑھا تھا تو صاحب درد آدمی تھے۔ ان کی باتوں سے بھی وہ خوشبو آتی ہے قوم ہے اللہ اسے احساس زیاں عطا کر دے۔ بے فکری سی قوم ہے اور ایسی افراتفری آگئی ہے مسلمانوں میں ہر شخص اپنی ضرورتیں اپنے حالات' اپنی زندگی جینا چاہتا ہے۔ حسرت ہوتی ہے مجھے کہ اتنی ڈاک جو روزانہ آتی ہے اس میں کبھی کوئی بندہ کسی دوسرے کا دکھ زیر بحث نہیں لاتا کوئی بندہ یہ نہیں کہتا کہ میں کسی لئے کیا کر سکتا ہوں۔ میرے پاس دس منٹ بعد بچتے ہیں۔ میرے پاس آدھ گھنٹہ بچتا ہے۔ میرے پاس دس روپے فالتو ہیں یا میرے پاس ایک مکان ضرورت سے زائد ہے کہ کیا میں کسی دوسرے کے کام آ سکتا ہوں یہ تک کوئی نہیں کرتا کہ بیمار ہوتے ہیں دوائیں ہزاروں روپے کی خریدتے ہیں جو بچ جائے کوڑے میں پھینک دیتے ہیں یہ تک کوئی نہیں لکھتا کہ میرے پاس فلاں قسم کی دوائیں بچ گئیں ہیں۔ ہمارا مریض ٹھیک ہو گیا ہے کوئی اس مرض کا مریض ہے یا میں شفا خانے بھجوا دوں یا کسی کو دے دوں کوئی شائد اس مرض کا ایسا مریض ہو جو نہ خرید سکتا ہو اسے کوئی نہیں دیتا کوڑے کے ڈھیر میں پھینک دیتے ہیں۔ روزانہ کے کھانے میں جتنا کچھ بچ جاتا ہے۔ جو ہم پھینک دیتے ہیں گل سڑ جاتا ہے۔ اگر وہ بھی اہتمام سے دیا جائے تو شائد دس گھروں میں جن میں فاقے ہیں ان میں فاقہ نہ ہو۔ لیکن یہ تب ہو کہ ہمیں کسی دوسرے کی فکر بھی ہو آنکھ ترس جاتی ہے کہ شائد کسی خط میں کوئی ایسی بات بھی ہو کہ وہ کسی دوسرے کا دکھ بھی سمجھے ہر بندے کے اپنے دکھ ہیں اپنی ذات ہے۔ اپنی ضرورتیں ہیں۔ مجھے یہ ہو گیا ہے۔ مجھے یہ ہوگیا ہے۔ میرے لئے دعا کرو۔ مجھے تعویذ دے دو۔ میرا یہ ہو جائے۔ تو ہر بندہ اکیلا اکیلا جی رہا ہے۔ اپنی اپنی زندگی۔ اپنے اپنے

مسائل۔ اپنی اپنی ضرورتیں اللہ کریم ہمیں قومی شعور دے اور یہ احساس دے کہ ایک میں ہی نہیں ہوں اس زمین پر اللہ کی بے شمار مخلوق ہے اور جس طرح میں امید رکھتا ہوں کہ کوئی میرے لئے دعا کر دے یا کوئی میری مدد کرے۔ کوئی مجھے تعویذ دے دے اس طرح میں بھی کسی لئے کم از کم دعا ہی کر دوں۔ کسی کا دکھ سن ہی لوں اگر اس کا علاج نہ کر سکوں۔ کسی کا پتہ ہی کر لوں کہ بیمار ہے اس کے لئے کیا کر سکتا ہوں یا کم ازکم اہتمام کیا کریں کہ جو دوائیں آپ خریدتے ہیں۔ بے شمار بچ جاتی ہیں خود یہاں منگواتا ہوں اپنے علاج کے لئے اور پھر وہ بچ جاتی ہیں تو کم از کم جو بچ جائیں وہ تو ہسپتال کو دے دیں کہ وہ کسی کو فی سبیل اللہ خیراتی طور پر دے دے کسی ڈاکٹر کو دے دیں کسی ڈسپنسری۔ ایسے بندے کو دیں جو آگے انہیں پھر دوبارہ بیچے یا کسی مریض کو دے دیں اس مرض کے کسی مریض کو دے دیں۔ کچھ تو تھوڑا تو کسی دوسرے کے لئے بھی ہم سوچیں ہماری مصیبت تو یہ ہے امریکہ میں ایک کتاب لکھی گئی تھی اور وہ سب سے زیادہ بکی تھی۔ ریکارڈ تھا اس کتاب کا اس کا نام تھا "LONELY CROWED" تنہائی کا انبوہ وہ لکھتا ہے کہ امریکہ میں لوگ تو کروڑوں بستے ہیں۔ بہت بڑا انبوہ ہے۔ لیکن ہر بندہ تنہا ہے اسی پر اس نے پوری کتاب حالات جمع کر کے لکھی تو اب چلتے چلتے ہمارا حال بھی اس (LONELY CROWED) والا ہوتا جا رہا ہے۔ **من حیث القوم** بحیثیت قوم کے ہر بندہ اپنی زندگی جینا چاہتا ہے۔ اس کے اپنے مسئلے۔ اس کے اپنے بچے۔ اس کی اپنی بیوی۔ اس کی اپنی گاڑی اس کا اپنا مقدمہ۔ بھئی ٹھیک ہے اپنی ضرورتیں اپنی جگہ موجود ہیں ساری زندگی رہیں گی۔ ان کے ساتھ کیا ہم کسی دوسرے کے کام بھی آ سکتے ہیں۔ یہ شعور اللہ کریم پیدا کر دے تو قومی زندگی میں قوت اور حیات پھر واپس آ سکتی ہے۔ جب تک دوسروں کے لئے کچھ سوچا نہ جائے تنہا بندہ اپنے مسائل بھی حل نہیں کر سکتا۔

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی امیر حیدر ملک (اٹک) کی زوجہ محترمہ۔ امیر جماعت اٹک پروفیسر علی صفدر ملک کے چچا جان حاجی محمد جنید (لالہ موسیٰ) کی ہمشیرہ۔ غلام صغیر انجنیئر (منگلا) کی ہمشیرہ اور صوبیدار سبحت خاں (شکردرہ) کے والد محترم قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں ساتھیوں سے ان سب کے لئے دعائے مغفرت کی اپیل کی جاتی ہے۔

دعائے صحت

سلسلہ عالیہ کے صاحب مجاز ساتھی مولانا نذیر احمد مخدوم صاحب (سرگودھا) پر فالج کا حملہ ہوا ہے۔ ان کے لئے ساتھیوں سے دعائے صحت کے لئے درخواست ہے۔

توجہ

متوجہ رہنا ہر گھڑی ہر آن ، دکھ ہو تکلیف ہو ، صحت ہو ، بیماری ہو ، سفر و حضر ہو طالب کے لیے متوجہ رہنا شرط ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اس کا کھانا حلال اور طیب ہو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس کی محفل نا اہلوں کے ساتھ نہ ہو۔ اگر کوئی نہیں ملتا مطالعہ کرتا رہے ، کوئی نہیں ملتا تو ذکر الٰہی کرتا رہے وہ اکیلا نہیں ہوگا اس کے ساتھ اللہ کی بے شمار مقرب مخلوق ہوگی اور اگر یہ بھی نہیں کرتا تو نالائقوں کے پاس بیٹھنے سے سو رہنا بہتر ہے۔ اس میں نقصان نہیں ہوگا۔

(مولانا محمد اکرم)

تبصرہ

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جدید سائنس از حکیم محمد طارق محمود چغتائی دارالمطالعہ بالمقابل جامع مسجد بازار والی حاصل پور ضلع بہاولپور۔صفحات ۷۵، قیمت ۱۷۵ روپے۔

سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام خیر و برکت اور دین و دنیا کی فلاح کا وہ ابدی سرچشمہ فیض ہے جس سے انسانیت ہمیشہ فیض یاب ہوتی رہے گی۔ اس کے برعکس سائنس کی تحقیقات ہر روز تبدیل ہوتی رہتی ہیں اور جنہیں ایک دور میں سائنسی حقیقت کہا جاتا ہے وہ چند برسوں یا صدیوں کے گزرنے پر افسانے کی حیثیت اختیار کر جاتی ہیں۔

مصنف نے ابتداء ہی میں اس خلط مبحث کی نشاندہی کرتے ہوئے کتاب کا سلسلہ آگے بڑھایا ہے۔ اس کے چند عنوانات جو قارئین کی دلچسپی کا باعث ہوں گے۔ وہ یہ ہیں۔ مسواک، وضو، خلال، لاٹھی کی سنت، شیو کے نقصانات، خوشبو، سرمہ، روغن، زیتون، تیل اور کنگھی کا استعمال، موٹا آٹا، امراض متعدیہ آرام، سونا، مریض کی عیادت وغیرہ۔ اسی طرح جدید تہذیب میں جو مفاسد آگئے ہیں ان کی نشاندہی کی گئی ہے اور سنت نبوی ﷺ کی روشنی میں ان پر بھرپور تبصرہ بھی کیا گیا ہے۔

مصنف کا انداز تحریر واضح اور عربی فارسی کی مشکل اصطلاحات کی بجائے روزمرہ کی گفتگو کا سا ہے۔ چونکہ اس کتاب کے مخاطب علماء نہیں بلکہ وہ طبقہ ہے جو جدید تعلیم یافتہ ہے اور ساتھ ہی ساتھ اسلام کے بنیادی حقائق جاننے کا خواہاں ہے۔ مصنف نے خواتین کے مسائل اور ان کی دلچسپی کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ کئی موضوعات ان کی خاص دلچسپی کے ہیں۔ کتاب کے دلنشین انداز کی وجہ سے یہ آٹھ ماہ میں دوبار چھپ چکی ہے۔ میں کتاب کے مصنف اور ادارہ دارالمطالعہ کو جو تعمیر سیرت اور اصلاح معاشرہ کی فکری تحریک ہے اس کی اشاعت کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اللہ کریم اسے توشہ آخرت بنائے آمین

تبصرہ از کرنل ڈاکٹر محمد حامد

MONTHLY

AL-MURSHED

CPL # 3

اسرار التنزیل

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان کی دلکش
تحریر میں قرآن کریم کی ایک منفرد انداز تفسیر کہ قرآن
کریم کو سمجھنا نہ صرف آسان بلکہ دلچسپ بنا دیا ہے
پڑھ کر خود ہی افادیت کا اندازہ لگائیے۔ اب تک
نو (۹) جلدیں چھپ چکی ہیں۔ آرٹ پیپر پر مجلد
اور آفسٹ پیپر پر عام مجلد دستیاب ہیں

اویسیہ کتب خانہ
اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ
ٹاؤن شپ لاہور

AWAISIA SOCIETY, COLLEGEROAD
TOWNSHIP LAHORE. PH: 5180467